U94787 18-12-

Title - PURANA KHWAB; EK TURKI DRAMA.

Creator - Sayyed Sajjad Haider.

Publisher - Aligarh Muslim University Press (Aliga

Date - 1930

Pages - 100

Subject - Turki Adab - Drama.

تراجم ترکی

پُرانا خواب

(ایک ترکی ڈراما)

از

سیّد سجّاد حیدر

(یلدرم)

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں چھپا ۱۳۴۸ھ ۱۹۳۰ء

بار اول ایک ہزار

قیمت فی جلد ۱۰ ار

تصانیف سیّد سجّاد حیدر صاحب بی اے

خیالستان

(مختصر افسانوں اور مضامین کا مجموعہ)

مشہور اخبار زمیندار اس کتاب کے متعلق لکھتا ہے :-

"دار الاشاعت پنجاب نے اردو پر بہت ہی بڑا احسان کیا ہے کہ ادیب جلیل سید سجاد حیدر صاحب کی مشہور و مستغنی عن التحسین کتاب خیالستان کا دوسرا ایڈیشن شاندار ساز و سامان کے ساتھ چھاپ دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارا ذاتی عقیدہ ہے کہ اردو زبان کی ادبیات لطیفہ میں خیالستان سے بہتر کتاب نہیں ۔"

اس کتاب کا چھٹا ایڈیشن ہے قیمت ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۸ عہ

ثالث بالخیر

"یہ ایک ترکی فسانہ نگار احمد حکمت کے ناول کا ترجمہ ہے جو ملک کے مشہور ادیب سید سجاد حیدر صاحب نے کیا ہے۔ ترکی فنون کی لطافت و نزاکت تمام دنیا میں مشہور ہے۔ ترکوں نے ادب لطیفہ کو درجۂ کمال تک پہنچا دیا ہے۔ یہ ناول اگرچہ چھوٹا ہے مگر جذباتِ لطیفہ کے لئے اپنے اندر بہت سامان رکھتا ہے۔" (اقتباس از اخبار زمیندار)

قیمت ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۸ر (طبع ثانی)

پُرانا خواب

پرانا خواب

(ترکی ڈراما)

مترجمہ سید سجاد حیدر یلدرم

اشخاصِ ڈراما

عورتیں

شگوفہ: کمال نعمت کی خالہ زاد بہن، شریف کی بیوی

معلا: کمال کی بہن

نباہت

بہیرہ: معلا کی چچی، ایک نیچے درجے کی عورت

مریم: خادمہ

مرد

کمال نعمت

ضیاء: کمسریٹ کا ایک فوجی افسر

شریف: مفتش مالیہ

تحسین آفندی و معین: پولیس کے دو افسر

پردۂ اوّل

(ایک آراستہ کمرہ، نیچے کے بڑے دروازے سے سنگ مرمر کے زینے کا کٹہرا اور باغ کا ایک گوشہ جو چاندنی سے روشن ہے نظر آ رہا ہے)

منظر: ۱

ضیا۔ کمال۔ شوقیہ

ضیا: (لفٹنٹ کی وردی پہنے ہوئے، بایاں ہاتھ، ایک سیاہ رومال میں پڑا ہوا ہے جو اس کے گلے سے بندھا رہا ہے) تو ابھی تک کھانا ہی ہو رہا ہے۔ اتنے رات گئے تک کھانا کیا معنی؟ کیا سحری کھائی جا رہی ہے۔

شوقیہ: (ایک نئی خادمہ) جو خانم مہمان آئی ہوئی ہیں، اُن کے صاحب دیر سے آئے، اس وجہ سے کھانے میں بھی دیر ہوئی کہ خبر کروں؟

ضیا: نہیں نہیں، انھیں بے آرام مت کرو۔ میں یہاں انتظار کرونگا۔

کمال: (بائیں طرف کے دروازے سے داخل ہوتا ہے۔ تم ہو ضیا؟ خوش آمدید۔

ضیا: آہا پیارے نعمت! او بے ایمان، میں تم سے سخت ناراض ہوں، میں

تمہارا نام تک اپنے دل سے بھلا دینے والا تھا، مگر دل نہ مانا، آؤ اس بچے کو ٹھیس لگائے بغیر، ذرا اک دوسرے سے لپٹ تو لیں۔

کمال: کیسا بچہ؟

ضیا: (اپنا بازو دکھا کے) یہ

کمال: ہاں! میں نے سُنا تھا، کوئی موٹر کا حادثہ ہو گیا تھا، ابھی تک بازو اچھا نہیں ہوا؟

ضیا: اچھا نہیں تو بُرا بھی نہیں، اگر ہر دفعہ اسے چوٹ نہ لگے، تو کبھی کا اچھا ہو گیا ہوتا۔ مگر بلا، قضا، چوٹ، کہیں ہو، اسے آ گھیرتی، گویا یہ چوٹ کا اڈّا ہے۔ اور گویا میرے بائیں گود میں ایک بچہ ہے، اور میں اُس کی انّا ہوں۔ کہیں اُسے ٹھیس نہ لگ جائے اس خوف سے ہر وقت انّا کا دل لرزتا ہے، خیر مگر کمال جانی، آؤ ذرا بغل گیر تو ہوں! خدا جھوٹ نہ بلوائے، ملے دو سال تو ہو گئے۔

کمال: دو سال؟

ضیا: بلکہ زیادہ .... تم استنبول آتے ہو، تو مجھے قونیہ، آیدین بھیج دیا جاتا ہے، وہاں سے واپس ہوتا ہوں، تو سنتا ہوں کمال بروسہ گئے، تم نفس بالیہ

میں افسر کمسریٹ، غرض کہ ہم دونوں سیّاح طالب علموں کی طرح ہیں، ہماری قسمت میں گردش ہی لکھی ہے (کمال کو روشنی کے قریب گھسیٹ کر) آؤ ذرا دل بھر کے تمہارے چہرے کو تو دیکھوں، پیارے نعمت! ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونا چاہیئے تھا۔

کمال: کیا کریں، زندگی، مقدّر۔

ضیا: سچ ہے، مگر یہ زندگی سخت برباد شئے ہے، بھائیوں کی طرح ایک جگہ پلو، بڑھو، ایک رکابی میں کھاؤ، ایک ڈبے میں سے سگرٹ چراؤ، (ہنسکر) وہ سگرٹ کی چوریاں یاد ہیں، ایک مکتب میں بیٹھ کر لکھو، ایک کتاب سے پڑھو۔

کمال: (ہنسکر، اس کے کندھے پر ہاتھ مارتا ہے) ہاں، مگر کتاب و مکتب کا ہمارا تمہارا ساتھ کچھ زیادہ نہ رہا۔ ہم تم شاید ایک برس ایک کلاس میں رہے۔

ضیا: (سوچکر) ہاں، شاید ایک برس، ماسٹر عزیز نے مجھے درجہ نہ چڑھایا، کیسا بے انصاف آدمی تھا۔

کمال: (ہنس کر) جانِ من، تم نے تو ہر کلاس کا دو برس کا ٹھیکہ لیا۔

ضیا: سچ کہتے ہو، سارے ماسٹر بے ایمان تھے، مگر ماسٹر عزیز تو بے ایمانوں کے سردار تھے۔

کمال: (اس قریبہ قہقہہ لگا کر) ہاں، اس نے ہمیں تین برس، ایک کلاس میں رکھا۔

ضیا: (ہنس کر) خیر جانے دو ان بحثوں کو، تم یہاں کب تک ہو گے۔

کمال: کل صبح واپس جاؤنگا۔

ضیا: آج آئے، کل چلے، یہ کیا؟

کمال: کچھ ضروری کام ہیں، ایک اہم معاملہ میں ناظر اعلیٰ سے ملنے آیا تھا، کل سویرے ہی واپس ہونا لازمی ہے۔

ضیا۔ تو پھر کیا ہی اچھا ہوا، کہ میں آج آ گیا، ورنہ پھر تم ہاتھ سے گئے تھے۔

کمال۔ تمہارا بھی کوئی کام ہے؟

ضیا: (کچھ گھبرا کر) ہے بھی، اور نہیں بھی ہے، اول سب سے مقدم تو تم سے ملاقات تھی، مگر ساتھ ہی . . . . .

کمال: ساتھ ہی، علی الاصول ایک شرارت، ایک پاجی پن۔

ضیا: شرارت نہیں، ایک نہایت اہم مسئلہ ہے۔ پیارے کمال! آج شام کوئی آدھ گھنٹہ مجھے دے سکتے ہو، تمہارے ہاں مہمان ہیں، خاص کر اُس صنف کے مہمان ہیں جن سے بے اعتنائی نہیں برتی جا سکتی۔ مگر پیارے

کمال! میں تم سے التجا کرتا ہوں۔

کمال: اس قدر اصرار کی کیا حاجت ہے، ضرور، ضرور!

ضیا: خدا تمہیں خوش رکھے، شریف بیگ اور اُن کی خانم، رات بھر کے لیے تمہارے مہمان ہیں؟ خاص کر اس ہفتے میں جب کہ شریف مرکز قوماندان مقرر ہوئے ہیں اس کے کیا معنی؟

کمال: انھیں بھی کام ہے۔

ضیا: کیا؟

کمال: بھئی خالہ کو جانتے ہو جو شگوفہ خانم کی کھلائی رہ چکی ہے۔ برسوں میں اس کا بیٹا تحصیلدار رہا ہے، حال ہی میں وہ ایک غبن میں پکڑا گیا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ معطل کر دیا گیا۔ اب اس پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔

ضیا: سمجھ گیا۔ تم ٹھیرے منشی مالیہ، وہ سفارش کے لیے آئے ہیں۔ کتنے کا غبن کیا؟

کمال: کوئی آٹھ ہزار روپیہ۔

ضیا: (ایک معنی دار اشارے سے) واللہ میں ہوتا تو سولہ ہزار کا غبن کرتا

کمال: کیوں؟

ضیا: اور نہیں تو کیا؟ تم مفتشِ مالیہ، اور شگوفہ خانم سفارش کرنے والی، ایسی سفارش ہو تو پھر

کمال: (ابروؤں کو تھوڑا سا اٹھا کر) شگوفہ خانم، میری خالہ کی لڑکی ہے، بچپن سے میرا اور اس کا ساتھ ہے، بلاشبہ میں اس کی بہت عزت و خاطر کرتا ہوں لیکن اس سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ میں اپنے فرضِ منصبی کے ادا کرنے میں کوتاہی کروں۔

ضیا: مجھے کیا خبر، بہر حال . . . (کمال کے قریب جا کر آہستہ سے) نعمت! تم سے ایک بات کہوں، حال ہی میں میں نے دو ایک دفعہ قریب سے شگوفہ کو دیکھا ہے۔ پناہ بہ خدا، کیا پرکالۂ آفت ہے۔ پہلے بھی حسین تھی، مگر اک نازک سی چیز تھی۔ مگر اب تو کچھ چیز ہی اور ہو گئی۔ ایک پھول ہے کہ کھل گیا ہے، شباب ہے کہ پھٹا پڑتا ہے، میوہ ہے کہ رس پڑ آگیا ہے۔ اک قیامت ہے۔

کمال: (اپنے تئیں بے پروا ظاہر کرنے کی کوشش کر کے) تم بھی کیا باتیں کرتے ہو

ضیا: (ہنس کر، اور سادہ دلی کے ساتھ سا کر) نعمت جانی، اور یہی دل سے کہہ رہے ہو، مجھے بھی دھوکا دینا چاہتے ہو۔

کمال: ضیا، تمہارا کیا مطلب ہے؟

ضیا: مطلب کیا ہے، اس لڑکی کو مدت سے دل دیئے ہوئے ہو۔
کمال: گدھاپن مت کرو، ضیا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر میں اسے چاہتا، تو کیا بات مانع تھی؟
ضیا: بات تو فقط اتنی ہی ہے۔ بیچاری لڑکی تمہاری نظروں کو دیکھتی تھی پروانے کے طرح تمہارے گرد پھرتی تھی۔ میں اس وقت ہی تاڑ گیا تھا۔ پھر بھی تم مجھے بے وقوف کہا کرتے ہو۔
کمال: ضیا!
ضیا: واللہ، میں تاڑ گیا تھا، میری جان۔ ایک دن میں باسفورس کے کوشک میں شیشے پر تصویر اتار رہا تھا۔ دیکھتا کیا ہوں شگوفہ، باغیچہ میں گل نسرین ہاتھ میں لیے آرہی ہے۔ میں نے خیال کیا پھول توڑ رہی ہیں۔ مگر اب جو نظر ڈالتا ہوں تو سین ہی دوسرا ہے۔ دیوانی لڑکی، تمہیں حیار کے نیچے پڑھتے ہوئے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی ہے۔ جب تم کالج میں پڑھتے تھے اس وقت کا عالم بھی مجھے یاد ہے تمہارا، کالج سے لوٹنے کا وقت آیا نہیں کہ شگوفہ میں بے تابی کے علامات ظاہر ہونے لگے۔ اپنی سہیلیاں، اپنے کام، سب چھوڑ چھاڑ کر جاتی، چھپکے سے شہ نشین پر جاکر، دوربین لگاکر تمہیں آتا دیکھتی۔

کمال: اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ کچھ نہیں، تم بھی نرے احمق ہو۔
ضیا: میری بات نہ کاٹو۔ تم بھی "دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی" کے مصداق تھے۔ مگر نہ معلوم پھر کیا ہوا کہ تم نے بیچاری لڑکی کو ادھر ہی چھوڑ دیا۔ اسے میں اب تک نہ سمجھا۔
کمال: قسم لو، ضیا، شگوفہ میں اور مجھ میں اس قبیل کی کوئی بات تک نہیں ہوئی
ضیا: بات کی کیا ضرورت ہے، بھائی۔ ان معاملات میں، زبان سے زیادہ آنکھ کام دیتی ہے۔
کمال: اس بحث کو چھوڑو۔
ضیا: تم جب یورپ چلے گئے تو لڑکی کی حالت اس قدر خراب ہوئی کہ وہ شگوفہ جو پورے معنوں میں شگوفہ تھی، شہتوت کھائے ہوئے بلبل کی طرح خاموش ہو گئی۔ وہ چپ سادھی کہ برسوں کسی نے اس کی آواز ہی نہ سنی، آہ! نعمت آہ! نہ معلوم آج تمہیں دیکھ کے اس کا کیا حال ہوا ہوگا۔ بیوقوف مت بنو۔
کمال: (سختی سے) ضیا!
ضیا: میں ہوتا، تو اس وقت دیوانہ وار پھرتا، اپنے سر کو اپنی آنکھوں کو مجروح

کرتا، واللہ!

کمال: (نہایت کرخت ہوکر) تم مجھے بالکل غصہ سے مغلوب کر دو گے۔ تم مجھے جانتے ہو۔ مجھے دق کرنا اچھا نہیں۔ اگر ہم ایک دوسرے کو چاہتے، تو آسانی سے میں اس کے ساتھ شادی کر سکتا تھا۔ اس سے زیادہ آسان کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ (نہایت باردانہ طریقہ سے) وہ میری خالہ زاد بہن، میں اس کا خالہ زاد بھائی۔ بس سمجھے۔

ضیا: ہاں ہاں، اب اس کے متعلق لب کشائی نہ کرونگا۔ خاص کر آج کی شب تمہیں غصہ دلانا میرے لیے مفید بھی نہ ہوگا۔

کمال: شعبان سے ایک کام کو کہنا ہے۔ ابھی آیا۔ (باغیچہ کے دروازے سے نکل کے جاتا ہے۔ دور سے اس کی آواز سنائی دیتی ہے) شعبان آغا، شعبان آغا!

منظر: ۳

ضیا، شریف بک، معلا

(شریف بک قیصر ولیم کی طرح، مونچھیں بنائے کاسمیٹک لگائے اور اوپر کو چڑھائے ہوئے۔ اپنی وردی میں ایک لکڑی کے تختہ کی طرح لمبا، کھنچا ہوا،

چہرہ خشک، بے معنی، اطوار اکھڑ، انسان سے زیادہ اک مشین، معلّا ایک خوش مزاج، الّھڑ، مگر نیک طبیعت لڑکی)

شریف: (بائیں جانب سے داخل ہو کر) یہ بالکل محقق ہے، معلا خانم بالکل محقق

معلّا: (ان میں جو مباحثہ تھا، اُس سے ازبس برا فروختہ ہو کر) محقق، محقق آپ کے لیے ہر چیز قطعی، ہر چیز محقق ہے، شریف بیگ، آپ کی زبان نہیں تلوار ہے، آپ اُس سے ہر چیز کو کاٹ کر پھینک دیتے ہیں۔

شریف: بلا شبہ، کاٹ کے پھینک دیتا ہوں، مگر جن چیزوں کو کاٹ کے پھینک دیتا ہوں وہ وہی چیزیں ہیں جو مُضر، متورّم ہیں، جن میں زندہ رہنے کی قوت نہیں، جنھیں زندہ رہنے کا حق نہیں۔

(ضیا، دونوں کی باتوں میں دخل دینا، اور شریک ہونا چاہتا ہے، لیکن دونوں حد درجہ تیز ہو رہے ہیں مگر اسی حالت میں ضیا اور شریف نے ایک دوسرے کو گھبراہٹ کا سلام کر لیا اور بس)

مُعلّا: مگر میری بات سُنئے شریف بیگ! آپ جن چیزوں کو مُضر کہتے ہیں، دُنیا کی زینت، دُنیا کی خوبی اُن سے عبارت ہے، رحم، شفقت، محبت، صنعت۔

شریف: (بات کاٹ کر) الفاظ! الفاظ! یہ سب بے معنی، خالی الفاظ ہیں،

اور جو ان الفاظ میں پھنسے ہیں، تمہیں چھوڑ کر، وہ سب کے سب بیمار اور مضر انسان ہیں۔ یہ وہ انسان ہیں جو اپنے فرضِ منصبی سے بھاگتے ہیں۔ اس کے سمجھنے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں، جو کاشتکار کی روٹی، مزدور کی مزدوری چراتے ہیں یہ وہ انسان ہیں، جو اس شاندار مشین کو جسے ہم دنیا کہتے ہیں اپنا کام کرنے سے روکتے ہیں، یہ الفاظ نہ ہوتے تو دنیا میں اس قدر دیوانے، مجذوب، باغی، قاتل، اور خودکشیاں کرنے والے نہ ہوتے۔ یہ محقق ہی محقق

ضیا: لوگو اس قدر گرما گرمی کیوں ہے؟ اور پھر کھانے کی میز پر! (کہتا ہے، مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اور اپنا تیز مناقشہ جاری رکھتے ہیں)

معلّا: (از خود رفتہ ہو کر) واللہ شریف یک، حد ہو گئی، یہ میں نہیں سن سکتی دنیا، محض ایک مشین ہے۔ کیا خوب!

شریف: زیادہ صحیح یہ کہ دنیا کہ ایک شاندار کارخانہ ہے۔ اس میں ہر انسان، کارخانے کی مشین کا ایک پرزہ ہے۔ اس کارخانہ کا مقصد کیا ہے۔ اس سے ہم واقف نہیں، نہ اسے ہم سوچتے ہیں، یہ ہماری عقل سے باہر ہے۔ اتنا جانتے ہیں کہ اس کارخانے کو منتظم طریقے سے چلانے کے لیے ہر مشین اور ہر مشین کے ہر پرزے کو اپنی اپنی جگہ اپنا فرضِ منصبی ادا کرنا چاہیے، بغیر ڈر اور خوف اور تردّد کے۔

معلّا: توبہ آلہی، کتنا خشک سطحِ نظر ہے۔ کتنا خشک!

شریف: اس سطحِ نظر تک پہونچنے والے کو مکمل انسان کہتے ہیں۔ یہ محقق ہے۔

معلّا: (مسکرا کر) مثلاً آپ

شریف: بے جا کسرِ نفسی کی ضرورت میں نہیں دیکھتا، بے شک معلّا خانم، اپنی بعض کمزوریوں اور اپنے بعض نقایص کے باوجود، چونکہ میں اپنے فرضِ منصبی کو جانتا ہوں، چونکہ اپنے دماغ میں لاطائل تخیلات نہیں بھرے پھرتا، اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ ہاں۔

معلّا: میں ایسے انسانوں سے واقف ہوں جو آپ کے ہم خیال نہیں۔

شریف: مثلاً ضیا بیگ

معلّا: انھیں، بحث میں داخل نہ کیجیے۔

ضیا: (آخر تاب نہ لا کر) یہ کیا واہیات ہے، کیا آپ کی لڑائی کا مرکز میں ہی ہو جاؤنگا

شریف: (اس کی طرف نظر نہ ڈال کر، جلدی سے) معاف کیجیے، ضیا بیگ۔

یہ محض حرارتِ مناقشہ ہے۔

معلّا: شریف بیگ، اس کا خیال نہ کیجیے۔ معمولی چیز ہے۔

ضیا: کس طرح معمولی چیز ہے۔

معلّا: ضیا بک، بات نہ بڑھاؤ، میرے اچھے شریف بک۔
ضیا: آخر یہ مناقشہ شروع کس طرح ہوا؟
مُعلّا: ہمارا اور شریف بک کا مناقشہ اسی طرح ختم ہوتا ہے۔
شریف: مگر اس طرح کہ ہماری دوستی میں خلل نہیں پڑتا۔ میں معلّا خانم کو سب سے زیادہ اُن کی دلیری اور صاف گوئی کی وجہ سے چاہتا ہوں۔
ضیا: تو معلّا خانم، تم ہی اپنے چاہنے والے کے ساتھ ذرا نرمی کا برتاؤ کرو۔
معلّا: تم ناواقفیت کی باتیں کرتے ہو۔
ضیا: خیر تو ہے۔
مُعلّا: کل تم اخباروں میں پڑھو گے تمہیں معلوم ہو کہ شریف بک تھوڑے ہی دن ہوئے، معاون "مرکز قوماندان" کے عہدے پر مامور ہوئے ہیں۔
ضیا: درست ہے حتّٰی کہ پرسوں میں مبارک باد عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا
مُعلّا: اِس عہدے پر پہونچکر، اُن کا پہلا کام، اُن کی شاندار کامیابی کیا ہوئی؟ آپ کو کچھ معلوم ہے۔ ایک عورت کو قید خانے میں بھیجنا، اور وہ عورت بھی کون؟ بہیرہ
ضیا: (تعجب سے) آپ کیا کہتی ہیں؟ یہ ہماری بہیرہ؟
مُعلّا: ہاں، میرے چچا کی پہلی بیوی۔

ضیا: مجھے معلوم ہے جو اُس نے حرکت کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں بھی "خواب ہوا" کہنے کو ہوں۔

مُعلا: فضول باتیں مت کرو۔ تمہاری عقل ان باتوں تک رسائی نہیں رکھ سکتی۔

ضیا: میری عقل کی جہاں تک رسائی نہیں، وہ آپ کا بہیرہ کی طرفداری کرنا ہے۔ وہ اپنے کیئے کو پہونچی، اور اس اخلاق و عادات کی عورت کا اس نتیجے پر پہونچنا کوئی تعجب انگیز امر نہیں۔

معلّا: تم نے بہیرہ کو نہ پہچانا، تم میں سے کسی نے اُسے نہ پہچانا۔ وہ نہایت اچھے دل والی عورت ہے۔ واللہ میں اُسے اپنی بڑی بہن کی طرح چاہتی ہوں۔

ضیا: خبردار، کہیں آپ کی والدہ آپ کی یہ رائے نہ سُن لیں۔ اچھے دل والی کو لیکے کوئی کیا کرے، جب تک کہ وہ اچھے اخلاق والی نہ ہو۔ اپنے خاوند کے زمانے میں وہ کتنی بداخلاقیوں کی مرتکب ہوئی، اور اُن کے بعد تو اُس نے اپنے حیا سوز اخلاق سے ہر شخص کو شرمایا۔ اسی وجہ سے اور تمام عزیزوں کی طرح خالہ جان نے اُسے منع کردیا کہ یہاں قدم نہ رکھے اور بالکل صحیح کیا۔ (شریف سے) خوب! اس کی گرفتاری کا باعث کیا ہوا۔

شریف: اُس قتل میں اُس کا بھی دخل تھا؛ یہ بات صاف صاف پایۂ ثبوت

کو پہنچ گئی۔ مفرور جودت کے ساتھ اُس کے نہایت گہرے تعلقات تھے۔

ضیا : ایک عرصہ سے ہم سُن رہے تھے کہ وہ جودت کی بے نکاحی بیوی تھی۔

شریف : ہاں، مگر جودت کے ساتھ اُس کے تعلقات، اسی پر ختم نہ ہو جاتے تھے، قتل کے انتظامات بہیرہ کے گھر میں ہی ہوئے۔ آج میں نے اُسے گرفتار کیا ہے۔ اُس کے مکان سے جو کاغذات برآمد ہوئے ہیں اُن سے کوئی شبہ نہیں رہتا کہ اس قتل میں بہیرہ کی پوری پوری سازش تھی۔

ضیا : دیکھا اُس کے کرتوتوں کو، میں کہتا ہی تھا۔ واللہ خوب ہوا۔

معلا : ضیا بک۔ آپ میرا دل دُکھاتے ہیں۔

شریف : مُعلا خانم، ایفائے فرض کیا چیز ہے، اس سے واقف نہیں۔

مُعلا : میں خوب واقف ہوں کہ ایفائے فرض کیا شے ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ ایک عورت کو گرفتار کر کے قید میں ڈالنے والے اندوہ ناک، بلکہ معاف کیجیے گا بے غیرت کام کرنے پر کیسے فخر کر سکتے ہیں۔ بلا شبہ، میں بھی بہیرہ کی حرکات کو ناپسند کرتی ہوں۔ مگر . . .

شریف : (خاموش اطمینان و صبر کے ساتھ)، فرض سب ایک ہے۔ فرض نجیب و مقدس ہے۔ حتیٰ کہ میں کہہ سکتا ہوں، کہ سب سے زیادہ کریہ نظر آنے والا فرض سب سے

زیادہ مقدس ہے اور میں تو صاف صاف کہتا ہوں کہ انجام کار ہر شخص انسان ہے؛
یعنی ہر شخص کی کچھ نہ کچھ کمزوری ہوتی ہے؛ ہر شخص کی سیرت میں کچھ نہ کچھ تردد،
شفقت اور محبّت کا عنصر ہوتا ہے، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرض، ان میں سے کسی
حِس کو، یعنی قلب کے ایک ٹکڑے کو پامال کرنے کے لیے مجبور کرتا ہے، تم اُس
شخص کے لیے کیا کہو گی جو فرض کے مقابلے میں اپنی اولاد کو قید کرنے یا اپنی بیوی
کو قتل کرنے سے نہ جھجکے۔

مُعلا: میں ایسے سنگ دل آدمی کی تعریف نہیں کر سکتی۔

شریف: میں اُسے مقدس کہتا ہوں کیونکہ اُس نے اپنے چہیتوں کے ساتھ اپنے
دل کی بھی، فرض پر قربانی کی۔

مُعلّا: یعنی اگر ضرورت واقع ہو تو آپ بھی، اپنے بچوں، اپنی بیوی کو . . . .

شریف: مجھے کچھ تردد نہ ہوگا، معلّا خانم، فرض و ناموس پر، بیوی بچے دونوں
کو قربان کر دوں، اور اس طرح قربان کروں نہ دل میں لرزش پیدا ہو، نہ ہاتھ
کانپے، وجد استغراق کی عبادت کی طرح قربان کروں۔

معلّا: مجھے یہی امید ہے، شریف بیک، یہی اُمید ہے، آپ جیسے پولیس کے افسرِ
اعلیٰ سے یہی اُمید ہے آپ اُس افسر سے کم تھوڑا ہی ہیں جس نے ایک بھیڑ کی

چوری کی پاداش میں گاؤں کو جلا دیا تھا۔

منظر: ۳

اشخاصِ سابق، نباہت، شگوفہ، اس کے بعد کمال

(آخری فقرے کے وقت نباہت خانم اور شگوفہ خانم داخل ہوتے ہیں)

نباہت: اس قدر لطف اُٹھا اُٹھا کر کسے قتل کیا جا رہا ہے۔

ضیا: (تن کے) اپنے صاحبزادے سیف الدین بک کو . . . .

مُعلا: (اور زیادہ زور سے) اپنی چہیتی بیوی شگوفہ خانم کو

نباہت و شگوفہ: یہ کیا (مُعلا نباہت کی طرف دیکھکر ہنستی ہوئی) ہیں۔

نباہت: توبہ خدایا، کیا یہ صحیح ہے شریف بک، آپ نے تو میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے

شگوفہ: شریف بک، یہ کیسی شفقت و محبت ہے، آپ نے تو مجھے شرمندہ کر دیا۔

شریف: (ہنسکر) بالعکس، میں نے تو تمھیں اور اپنے بیٹے کو اپنی محبت کی اعلیٰ مثال دے کر کہا کہ انھیں بھی۔

نباہت: بس معاف کیجئے۔ کچھ بھی ہو یہ باتیں دل خوش نہیں کرتیں۔

شگوفہ: آہا، آپ ہیں ضیا بک، خوش آمدید۔ آپ کا بازو کیسا ہے۔

(کمال داخل ہوتا ہے)

ضیا: اچھا نہیں تو بُرا بھی نہیں ہے۔ اگر ہر دفعہ اسے چوٹ نہ لگے تو کبھی کا اچھا ہوگیا ہوتا . . . مگر بلا، قضا چوٹ کہیں ہو۔

مُعلّا: (اُس کے مونھ سے بات لے کر) اُسے آ گھیر گئی گویا یہ چوٹ کا اڈا ہے۔ گویا میرے پاس گود میں بچّہ ہے اور میں اُس کی انّا ہوں۔ کہیں اُسے ٹھیس نہ لگ جائے (زور سے ہنسکر) جو کوئی ان کا حال پوچھتا ہے، گراموفون کی طرح اُس سے یہ سب کہہ ڈالتے ہیں (سب ہنستے ہیں)

کمال: (مذاق کے طور پر) گراموفون کی طرح؟ اس سے تو تمہاری توہین ہوتی ہے ضیا

ضیا: (جھینپ کر) ستانا، لڑائی کرانا، یہی آپ کی عادت ہے۔

مُعلّا: نہیں ضیا بک، میں تو چھیڑ رہی تھی۔

ضیا: نہیں یہ بات نہیں، بلکہ تم مجھے بنا رہی تھیں، بقول شریف بک کے، یہ محقق ہے تم ہر شخص کو بناتی ہو۔

کمال: خیر، نہیں تو میں سخت بگڑتا، بنائے جانے میں بھی کسی اور کا شریک ہونا، باعثِ تسلّی ہوتا ہے۔

مُعلّا: ہاں ضیا، تم نے بات پلٹ دی۔ کیا ہیں وہ پُر تکلف فقرے، جنھیں تم "خانم

آپ‘‘ سے شروع کیا کرتے ہو۔ ہاں ذرا کہو تو۔

ضیا: نہیں۔ آپ، تم، جو تمہارے، جو آپ کے خیال میں ہو وہ کہئے (گڑبڑاہٹ میں بازو کو چوٹ لگا لیتا ہی) ہائے ہائے۔

مُعلّا: (ہنس کر) بیچے کو پھُرتیاں لگ گئی۔

شریفہ: ہاں کیا ہی وہ آپ کی عبارت

کمال: ہم بھی اُسے یاد کر لیں۔

ضیا: مجھے کہتے ہو اپنی خبر نہیں کہ تمہاری زبان پر بھی کیا دیوانوں کی سی باتیں رہتی ہیں۔ ہر دفعہ مجھے دھمکایا کرتے ہو ''کہدوں، کہدوں'' آخر وہ کیا بات ہی کہو

کمال: لو کہتا ہوں۔ اُس کے نام سے شروع کرتا ہوں ''جس کے نام کا پہلا حرف ''میم'' اور دوسرا ''عین'' ہی۔

ضیا: (سُرخ ہو کر) مذاق چھوڑو، کمال (سب ہنستے ہیں) خادمہ داخل ہوتی ہی

نُبَاہت: (شوقیہ کے ہاتھ میں پیالیاں دیکھ کر) قہوہ باغ میں لے جاؤ، وہاں پئیں گے۔ کیوں، شگوکیسی پُرلطف چاندنی ہی (سب باہر جانا شروع کرتے ہیں)

مُعلّا: (کمال سے) شگوفہ بہن، تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہیں، بھائی جان۔

کمال: بہت اچھا، ابھی آیا۔

(ہر شخص باہر جاتا ہے، کمال اور ضیا پیچھے رہ جاتے ہیں)

ضیا: نعمت (کمال لوٹتا ہے) میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

کمال: اس وقت؟ کہیں کھانے کے وقت بھی سنجیدہ باتیں کی جاتی ہیں۔

ضیا: (اشارہ کرکے) تو کیا کھانے کے وقت، چوری کے مقدمہ کی باتیں معین صحت ہوتی ہیں۔

کمال: ہو تم بڑے شریر... اچھا لو سناؤ، کیا کہتے ہو۔

(کمال اس صحبت کو جلد ختم کرنے کے لیئے بیتاب نظر آتا ہے)

ضیا: (متردّدانہ) پیارے نعمت، معاملہ اہم ہے، خطرناک درجہ تک اہم ہے (آہستہ آہستہ کھانس کر اور سامنے کو نظر گاڑ کے) میں نے تمہیں کوئی دس خط لکھے۔

کمال: جن میں سے مجھے ایک بھی نہ ملا۔

ضیا: صبر کیجئے! میں نے لکھے کہا بھیجے نہیں کہا۔ آخر یہی فیصلہ کیا کہ دوبدو گفتگو زیادہ مناسب ہوگی۔

کمال: میں سمجھا، شریر، مجھ سے تم کوئی کام جبراً لینا چاہتے ہو، لکھ تو نہ سکے، سوچا زبان سے زیادہ آسانی سے مجھے پھسلا سکو گے۔

ضیا: مگر مصیبت یہ ہے کہ وہ بھی یاری نہیں کرتی۔

کمال: تو اس حالت میں ایک ترجمان ساتھ لائے ہوتے۔ مثلاً معلاّ سے ترجمانی کا کام لیتے۔

ضیا: (چونک کر، اور آنکھیں پھاڑ کر) کیا ٹھیک نام لیا ہے۔ مگر نعمت ہنسنا مت، مسخرہ پن نہ کرنا اگر تم نے اسے بھی ہنسی میں اڑایا، تو پھر تمہارا مونہہ نہیں دیکھونگا، مسئلہ اہم نہایت اہم ہے۔

اب سنو (اس طرح گویا اسپیچ دے رہا ہے) زندگی ایک لمبا راستہ ہے، جس میں پھول بھی ہیں اور کانٹے بھی، اس مسافت کو طے کرنے کے لیے، ہر انسان کو ایک رفیقِ راہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک شفیق، اور وفا شعار رفیق یا رفیقہ جو مشکل کے وقت مدد اور تسلی دے (کمال اپنی ہنسی کو ضبط نہیں کرسکتا)

کمال: میری اس ہنسی سے برا نہ ماننا، ضیا، تمہاری تقریر سے میں نہایت مسرور ہوا۔ تم تو پورے لیکچرار ہو گئے ہو۔

ضیا: (اطمینان سے) ابھی اور سنو، تقریر ختم کب ہوئی ہے۔ ہاں شفیق و رحیم، میں کیا کہہ رہا تھا نعمت! تم نے مجھے گڑبڑا دیا میں سب بھول گیا۔

کمال: (دروازے کی طرف دیکھ کر) کچھ پروا نہیں، تمہاری تقریر اس قدر بلیغ تھی کہ تمہارے چار لفظوں سے میں نتیجہ پر پہونچ گیا۔ تم معلاّ کے طالب ہو، کیوں؟

ضیا: (اچھل کے) نعمت، تم کیسے سمجھ گئے۔

کمال: اگر یہ محض میری رائے پر ہو تو میں تو راضی ہوں۔

ضیا: (حیرت سے) بڑی آسانی سے ہو گیا۔ ایسی آسانی سے! میں سمجھتا تھا مہینوں راستہ ناپنا پڑیگا۔ تمام اعتراضوں کے جواب تیار کرنے ہونگے۔ یہاں تو مجھے اپنی تقریر بھی ختم کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ (کمال کے گردن میں باہیں ڈال کر، تڑپڑ تڑپڑ اُس کے رخسار کے بوسے لیتا ہی) پیارے نعمت! پیارے بھائی، تم نے مجھے ایک بڑی پریشانی اور مشکل سے نجات دی۔

کمال: اس سے آسان ایک طریقہ تھا۔ میری ممانی جان کو اماں جان کے پاس بھیجکر درخواست کرتے۔

ضیا: تم بھی کیا باتیں کرتے ہو، تم تو اُن کی ہنسی اُڑایا کرتے ہو، جو لڑکی کی ماں کے ذریعہ سے شادی کرتے ہیں، مگر کیسے ذہین ہو، میری لب کشائی سے پہلے، میرا مطلب سمجھ گئے

(معلّا، شگوفہ کے ساتھ، دروازے میں نظر آتی ہے)

معلّا: (دُور سے) بھائی جان، آپنے شگوفہ خانم کو انتظار کرایا۔

کمال: ابھی آیا، (ضیا سے) میں تو راضی ہوں، معلّا سے بھی گفتگو کرنی چاہیے۔ (آگے بڑھ کے) معلّا سُنو تو۔

ضیا: (گھبرا کر پیچھے سے کمال کے پاس دوڑ کر) نعمت کیا کرتے ہو، میں تمہارے پاؤں پڑتا ہوں، ذرا صبر کرو۔

کمال: (ان سنی کر کے) معلّا، ضیا بک تمہاری خدمت میں اک اہم درخواست لائے ہیں۔ (دلہن کے پاس سے گزرتے ہوئے ہنس کر) تمہارے نصیب جاگ گئے (معلا ہنسی کو ضبط کرنے کی کوشش کرتی ہے)

ضیا: (پریشان قدموں سے ادہر اُدہر پھر کر) ہائے کیا غضب کیا۔

معلا: ضیا بک کیا حکم ہے؟

ضیا: توبہ، توبہ میں آپ کو حکم دوں!

معلا: آپ توبہ استغفار کیوں کرتے ہیں۔

ضیا: (حواس جمع کر کے) میری زندگی کے متعلق اک نہایت اہم معاملہ ہے۔

معلا: آپ کی زبان پر کوئی بات ہے جو باہر نہیں آتی۔

ضیا: (مشین کی طرح) حد درجہ اہم (معلّا کو کرسی پر بٹھا کر) مونھ اُدہر کو رکھئے۔

معلّا: کیوں، میرے مونھ سے خوف کھاتے ہو؟

ضیا: نہیں، پھر بھی میرے مونھ کو نہ تکو تو اچھا ہو (معلّا، اس غرض سے کہ ضیا اُسے ہنستا ہوا نہ دیکھے، مونھ پھیر لیتی ہے، ضیا، نہایت سنجیدہ طریقے سے شروع کرتا ہے)

زندگی، پھول اور گھاس، معاف کیجئے گا پھول اور کانٹوں کا مجموعہ ہے، اس راہ کو طے کرنے کے لیے انسان، ایک شفیق، نرم دل اور وفا شعار ساتھی کا حاجتمند ہے۔

معلاّ: میں سمجھ گئی، ضیا بک۔ اس کے بعد آپ مجھے اپنے عقدِ نکاح میں لینے کی خواہش ظاہر کریں گے۔

ضیا: (حیرت سے) خدایا، اس خاندان میں کس بلا کی ذہانت ہے۔

معلاّ: بس؟

ضیا: بس نہیں، یہ جو کچھ عرض کیا، یہ تو ضابطہ تھا، اب کچھ وارداتِ قلب بھی بیان کرنا چاہتا ہوں (اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کے) میں چند دن پہلے تک کیسا خوش و خرم تھا، نہ کوئی رنج نہ کوئی فکر۔

معلاّ: جہاں بیٹھے، وہاں خُرخُر سونا شروع کر دیا، اور میں تمہارے کھلے ہوئے مونہہ میں کاغذ کی گولیاں بنا بنا کر پھینکا کرتی تھی۔

ضیا: (چیں بہ جبیں ہو کر) ایسے سنجیدہ وقت میں یہ باتیں ٹھیک نہیں۔ ہاں میں خوش بخت اور خوش تھا۔ لیکن ایک دن، دو چشم نیلی فام، دو نو طلوع ستارے میرے سامنے آئے اور میرے دل کا چین اور آرام لے گئے اور میری روح میں دو کالکھائے زرتار نے شفق کا سماں پیدا کر دیا۔ ان آنکھوں، ان بالوں کی مالکہ کون تھی، آپ کو معلوم ہے؟

معلّا: حساب سے تو مجھے ہونا چاہیئے تھا، لیکن چونکہ نیلی آنکھوں، اور پیلے بالوں کا ذکر ہے، کوئی اور ہوگی، میرے تو سیاہ ہیں۔

ضیا: (بگڑ کر) عشق کی آنکھوں کو وہ ایسے ہی نظر آتے ہیں۔ معلّا خانم، ان کی مالکہ تم ہی تھیں۔ میرے مونھ سے ان کلمات کے نکلتے ہی، تمہارے چہرے پر اک رنگِ حجاب آیا، تمہاری انگلیوں میں اک جنبش پیدا ہوئی۔

معلّا: (زیادہ ضبط کر سکنے کی قوت نہ پاکر) ضیا تم اتنے بھی احمق نہ تھے (زور سے قہقہہ لگاکر) بتاؤ تو یہ عبارت کہاں سے سرقہ کی ہے۔ کہو

ضیا: (اعتراف کے سوا چارہ نہ پاکر) اسکول کے زمانے سے میرے پاس ایک بیاض ہے۔ ادبیات کے ماسٹر نے اسے انتخاب کرکے ہم سے کہا تھا کہ اسے اپنی بیاض منتخبات میں لکھ لیں، کبھی کام آئیگی۔

معلّا: (ہنستے ہوئے) تمہارا ماسٹر بڑا آدمی تھا، آخر یہ ٹکڑا کام آیا ہے۔

ضیا: (غصّہ سے) کیا کہتی ہو، مجھے تو اُس نے ذلیل کیا۔

معلّا: (اُس کا غصّہ کم کرنے کی غرض سے) نہیں، ضیا، نہایت ادیبانہ عبارت ہے، مگر اک ذرا سی کمی رہ گئی۔ گھبراہٹ میں تم نے یہ نہ دیکھا کہ یہ عبارت چسپاں بھی ہوتی ہے یا نہیں۔

ضیا: یہی بات ہے۔

معلاّ: (پھر ہنسی ضبط کرکے) فالوایلی کے زمانے سے میں اور تم ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں، مگر تم نے مجھے تو طلوعِ ستارہ کا لقب عطا فرمایا۔ اسی طرح نیلی آنکھیں! سنہرے بال! اس کے بعد میرے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تو بھول گئے اور لگے دو گز کے فاصلے سے یہ کہنے کہ میرے ہاتھوں میں جنبش ہے۔

ضیا: (خود بھی اپنے کئے سے لطف اٹھاکر) پھر تمہارے پیچھے سے، یہ کہنا کہ تمہارے چہرے پر رنگِ حجاب آرہا ہے۔

معلا: تسلیم!

ضیا: بے شک میں خود محسوس کرتا ہوں کہ میں کیسا مضحکہ انگیز بن گیا۔ مگر تم ہی خیال کرو کہ ایسے وقت میں۔

معلاّ: (سنجیدہ ہوکر) اس بحث میں مذاق ٹھیک نہ ہوگا (آنکھیں نیچی کرکے) تمہاری درخواست سے میں بہت متاثر ہوئی۔ مگر ہماری شادی ناممکن ہے۔

ضیا: (مایوسانہ) کیوں، معلاّ مجھ میں کیا خرابی پاتی ہو؟

معلا: نہیں، نہایت دلکش آدمی ہو۔

ضیا: پھر کیا میرے اخلاق بُرے ہیں؟

معلا: نہیں، صاف و شفاف ہیرا ہو۔ دنیا کے پاکیزہ ترین آدمی۔

ضیا: تو پھر وجہ بتاؤ۔ آخر میں بھی تو سمجھوں کہ میں اپنی اتنی بڑی اُمید سے کیوں
محروم رکھا جاتا ہوں۔

معلّا: تم میں کوئی کمی نہیں، مگر بات یہ ہے کہ میں اور تم مل کر جو گھر بنائیں گے وہ
یقیناً مضحکہ انگیز ہوگا۔

ضیا: کیوں؟

معلّا: ذرا تیز ہو کر ضیا کیوں مجھ سے ایسی باتیں کہلواتے ہو جن سے تمہیں
تکلیف ہو۔ کیا ہم کبھی ہم خیال ہو سکتے ہیں۔

ضیا: واللہ میں ہونگا، کم سے کم ہونے کی کوشش کرونگا جیسی قسم چاہو لو، میں
تمہارے کہنے پر عمل کرونگا اپنے تمام افکار و خیالات بدل ڈالونگا۔ اس کے سوا
کیا چاہتی ہو۔

معلّا: بہت ٹھیک، تمہارے لیے کچھ دل کے سوٹ، اور کچھ خیالات کے سوٹ بنوا دینگے
کہ جب چاہا بدل لیئے۔

ضیا: تمہارا خیال ہے کہ مجھے پڑھنے لکھنے سے شوق نہیں، تو ایک فہرست بنا کے مجھے دو۔
اگر چوبیس گھنٹوں میں بارہ گھنٹے کتابیں ہی نہ پڑھوں تو میرا نام نہیں یہی نہیں، بلکہ اگر
کہو تو اُن سب کو حفظ کر ڈالوں، حالانکہ میں نے اسکول میں کبھی چار سطریں بھی یاد نہ کیں

معلّا: (ذرا تند لہجے سے) ٹھیک ہی سہی، مگر اس کا امکان نہیں۔ مادّتاً امکان نہیں۔ بہت سی باتیں ہیں جو مادّتاً ناقابلِ عمل ہیں۔ مثلاً تمہارے اس ٹوٹے ہاتھ سے اس میز کا اٹھا لینا۔

ضیا: (بھولے پن سے) تم چاہو تو کیوں نہ اٹھاؤں (اپنے مجروح ہاتھ سے میز کو اٹھاتا ہی، مگر فوراً چیخ مار کے چھوڑ دیتا ہے) میں نے چاہا کہ آواز نہ نکلے، مگر نہ ہو سکا

(کمال و شگوفہ، دروازے میں گھبرائے ہوئے نظر آتے ہیں)۔

کمال: یہ چیخ کیسی تھی، کیا ہوا؟

معلّا: ضیا نے اپنے مجروح بازو کو پھر چوٹ لگا لی۔

کمال: ہائے بیچارہ، تم اسے، جب تک وہ کاٹ کے علیحدہ نہ کر دیا جائے، چوٹیں ہی لگاتے رہو گے۔ یہ کیا کھیل ہو رہا تھا، اس بھاری میز کو گھما دیا۔

معلّا: ضیا، تمہیں تکلیف ہو رہی ہی؟ ہائے ہائے۔ آؤ اندر آؤ، تمہارے ہاتھ کی پٹیاں درست کروں۔

(دونوں داہنے دروازے سے اندر جاتے ہیں)

منظر : ۴
کمال، شگوفہ

کمال : (مسکرا کے) دونوں بچے ہیں، دونوں دیوانے۔

شگوفہ : (جو بات کہہ رہی تھی، اُسے جاری رکھ کر) تو کمال بک کوئی علاج نہیں؟

کمال : میں عرض تو کر چکا، شگوفہ خانم،

شگوفہ : مگر کس قدر جائے افسوس ہے کہ ایک بہتان پر . . .

کمال : وہ سب کے سب ایسے ہی ہیں، مگر شگوفہ خانم، اُسے بہتان نہ کہئے، بلکہ ایک نڈر چوری۔

شگوفہ : (آواز میں خفیف متاثرانہ لرزش ہے) یہ مان کر بھی، اُس کی بیوی، بچوں کا کیا قصور ہے۔ سوچئے تو کمال بک۔

کمال : کیا کروں اپنی گناہ کی جزا بھگتیں۔

شگوفہ : اس حالت میں اس کی ماں کے لیے کوئی چارہ کار نہیں؟

کمال : شگوفہ خانم، آپ اس کے لیے اس قدر کیوں دل دکھا رہی ہیں۔ (مسکرا کر) ماشاء اللہ بڑھ گئیں، صاحبِ عقل و ہوش ہو گئیں، مگر آپ کے رحم و نرم دلی کا

وہی عالم ہے۔ ذرا ذرا سی چیز کے لیے دل کڑھانا، آنکھوں میں وہی رقت؛ اس میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ تمہیں یاد ہے، تمہارے ایک لال کو بلی کھا گئی تھی۔

شگوفہ: (حسرت آمیز رقت سے) آہ! مجھے یاد ہے۔ میں اس کے لیے کتنا روئی تھی

کمال: تمہیں تسلی دینے کے لیے میں ایک اور لال لایا تھا۔ اس کے بعد مجھے بھی چڑیاں پالنے کا شوق ہوا۔ باغ کے ایک گوشہ میں پنجرے لٹکا لٹکا کے ہم نے خوبصورت پرندوں کے کئی خاندان پالے تھے۔ اب تک میری نظروں میں ہے، تم ان میں کیسی خوش خوش پھرتی تھیں۔ گلابی کپڑے پہنے ہوئے۔ بال سنبل کی طرح بکھرے ہوئے۔

شگوفہ: (آہستہ آہستہ ایک خواب کے خیال کو دل سے ہٹاتے ہوئے) ہاں! ہاں! میں بھی اس کی ماں سے یہی کہتی ہوں۔ مگر کیا کروں (جانے کے لیے تیار ہوتی ہے) میں نے تمہیں پریشان کیا۔

کمال: شگوفہ خانم۔ پرانے ساتھیوں سے باتیں کرنے سے کیا گھبراتی ہو۔

شگوفہ: نہیں۔ کیوں (گویا کچھ کہنا چاہ کر) بروسہ سے خوش ہو؟

کمال: خاموش و سنسان مقام ہے۔

شگوفہ: کیا وہ تمہیں پسند نہیں؟

کمال: بالعکس میں اس کے سکون وخاموشی کا دلدادہ ہوں۔ تنہائی پسند آدمی کے لیے اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ ایک باغیچہ کے اندر علیحدہ سب سے علیحدہ میرا ایک گھر ہے۔ وہاں تنہا زندگی بسر کرتا ہوں۔

شگوفہ: آپ کمال بیک آپ تنہا؟ میں ہرگز یقین نہیں کرتی۔ آپ تو استنبول سے یہ کہہ کے کہ سنسان مقام ہے بھاگ گئے تھے۔

کمال: وہ بچپن کا زمانہ تھا، اس عمر میں انسان حقیقتاً خوبصورت چیزوں کی قیمت نہیں جانتا۔ پروانہ جس طرح شمع کا دیوانہ ہوتا ہے۔ یورپ کے خیال میں بھی میرے لیے ویسے ہی کشش تھی مگر میں اپنے ملک کو ایک گہری احتیاجِ سکون کے ساتھ واپس ہوا، اب میری آنکھوں میں ہر چیز کی چمک غائب ہو چکی تھی۔

شگوفہ: تو یوں کہئے کہ یورپ نے آپ کے پر جلا دیئے۔

کمال: صرف یورپ نے ہی نہیں...... کچھ آپ کا بھی دخل ہے۔ میں جس وقت یورپ سے واپس ہوا۔ آپ کی شادی شریف بیک سے ہو گئی تھی۔ اس وقت آپ بغداد میں تھیں۔ بہت سے ملکوں کی سیاحت کر چکی تھیں۔

شگوفہ: اس بات کو پورے نو سال ہوتے ہیں۔ تمام عربستان و کردستان میں پھر چکی تھی۔ آخر بیمار پڑ گئی۔

کمال: دُوران حال بیماری کیا تھی۔
شگوفہ: (مسکرا کر) جو چاہو سمجھ لو۔ تپ، ملیریا، وجعِ مفاصل اور زبان سے تو کوئی نہیں نکالتا مگر شاید دل بھی کمزور ہو گیا تھا۔ ہر ملک سے ایک بیماری بطور یادگار کے لائی تھی۔ آخر چار مہینے قبل رخصت لے کر ہم لوگ استنبول آئے۔
کمال: گویا آپ نے اپنی عمر کے بہترین نو سال ریگستانوں اور برفستانوں میں کاٹے۔ شریف بک کیا وہاں آپ کی طرف متوجہ رہتے تھے۔
شگوفہ: شریف بک نے مجھے بہت اچھی طرح رکھا۔ ایک دن تکلیف نہ دی۔ خدا اُس سے خوش رہے۔ مگر بہر حال وہ فوجی آدمی ٹھیرا۔ ہر روز یا ڈاکوؤں کے تعاقب یا قواعد پریڈ میں گزرتا تھا۔ مگر میری طرف زیادہ توجہ کرنے کی اُسے ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ میں اپنے بلّیوں اور بھیڑوں میں مشغول رہتی تھی اُس کے بعد میرا بُننا تھا۔
کمال: ہاں کیا خوب بُنی ہوئی چیزیں بناتی تھیں۔
شگوفہ: (اپنے محبوب مشغلہ کے متعلق ذکر ہونے سے خوش ہو کر) آپ کمال بک، انھیں اگر دیکھیں، میں نے اِس میں اس قدر ترقی کی ہے۔
کمال: مجھے معلوم ہے۔ آپنے دو سال پیشتر خانقین سے معلا کو ایک سر پر باندھنے کا رومال بھیجا تھا

شگوفہ: کیا تم نے اُسے دیکھا تھا۔

کمال: ہاں (متردِدانہ) مجھے اس قدر پسند آیا کہ میں نے معلّا سے جبراً چھین لیا۔ اس وقت بروسہ میں میرے گھر میں ہے۔

شگوفہ: میں نے اُسے جانقین میں بُنا تھا، میرے پہلے دو بچے ایک ہفتے کے اندر مر چکے تھے۔ شریف بیک، ڈاکوؤں کے تعاقب کے بعد تھک کر پڑے ہوئے تھے۔ یہ بُننے کا اڈّا اُن لمبی راتوں میں میرا رفیق تھا۔

کمال: (گہری سانس لے کر) ہمدرد رفیق، تم نے اپنا دردِ دل سب اُسے سنایا؟ میں اُسے جانتا ہوں۔ اس باریک رومال سے یہ سب میں نے معلوم کیا، آہ! اُس میں کیا کیا کچھ نہ تھا؟ کہیں کشایشِ اُمید کہیں گردابِ بیم، کہیں اُس کی بناوٹ میں ایک بے رنگ زندگی کے اُداس دنوں کی یکسانیت، غرض کہ کہیں ہنس رہا ہے، کہیں باتیں کر رہا ہے، کہیں رو رہا ہے، کہیں صبر کیے ہوئے ہے۔ تم نے مفصلات میں خوشی کی زندگی بسر نہیں کی، کیوں؟

شگوفہ: (ہیجان سے) کیوں؟ نہیں میں بہت خوش رہی (گھبرائی ہوئی) بہت خوش رہی۔ بہت زیادہ، مگر اس بحث کا موقع ہی کونسا ہے؟

کمال: ٹھیک ہے۔ سچ کہتی ہو۔ جس دن میں یوروپ جا رہا تھا، وہ رات تمہیں

یاد ہی؟ ایک کشتی میں بیٹھ کر، ہم سیر کو نکلے تھے کہ اتنے میں ہمارے اوپر ایک جہاز آ گیا۔ تم کس قدر ڈری تھیں، اور کتنا روئی تھیں۔ (شگوفہ اپنا سر پھیر کر، اپنی آنکھوں کے آنسو پونچھتی نظر آتی ہی) تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا؟

شگوفہ: کچھ نہیں۔ میری آنکھیں کچھ خراب ہو رہی ہیں۔ ان میں سے اکثر پانی بہتا رہتا ہی (رومال سے خشک کر کے) شاید آنکھ میں کوئی کیڑا، یا تنکا پڑ گیا تھا۔

کمال: ٹھیرو میں دیکھوں۔

شگوفہ: (گھبرا کر) کچھ نہیں ہی (چلنے کے لیے تیار ہو کر) ٹھنڈے پانی کا چھپکا مارونگی ٹھیک ہو جائیں گی۔

کمال: مجھے اجازت دو۔ (لمپ کو تیز کرتا ہی اور شگوفہ کی آنکھوں کو غور سے دیکھتا ہی، اِس کے بعد اُداس آواز سے کہتا ہی) میں نے دیکھ لیا، دیکھ لیا (شگوفہ کے آنکھ سے ایک آنسو رومال سے پونچھ کر، غیر اختیاری طریقہ سے، اپنے ہونٹوں کو لگاتا ہی) آہ! یہ آنسو۔ (شگوفہ ایک دم، اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتی ہی، اور سسکیاں لیتی ہوئی سیدھی دروازہ کی طرف جاتی ہی کمال بھی دیوانوں کی طرح پیچھے چلتا ہی)

کمال: شگوفہ، اِک دو باتیں . . . .

شگوفہ: (اُس کے ہاتھوں میں پھڑپھڑا کے) مجھے چھوڑ دو، چھوڑ دو۔

کمال: ایک منٹ۔

شگوفہ: آجائیں گے۔ ہمیں اس حال میں دیکھ لینگے۔ میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔

کمال: (سانس لے لے کر) واللہ یہاں کوئی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جو کہنا ہے وہ میں نہایت آہستہ سے کہونگا۔

شگوفہ: (چپکے چپکے رو کر) نہیں کمال، کچھ مت کہو، اک حرف مت کہو، مرتے دم تک اب ہماری تمہاری ملاقات نہ ہوگی۔

کمال: اس قدر نہ پھڑ پھڑاؤ۔ بغیر کہے میں تمہیں نہ چھوڑونگا۔ میں تمہیں چاہتا ہوں سالہا سال سے تمہارا عاشق ہوں۔

شگوفہ: نہیں نہیں، تم نے مجھے کبھی نہ چاہا۔ تم نے مجھے ہمیشہ ستایا۔ ہمیشہ رُلایا بس، بس۔

کمال: مجھے معلوم نہ تھا کہ تمہارا میری نسبت یہ خیال ہے۔ مگر میں اپنے دل کا حال تمہیں نہیں بتا سکتا تھا، آؤ اس دُوری کو ختم کریں، شگوفہ تم ابھی بچپن میں باغ میں چھپا ہی لڑکا یا کرتی تھیں، میں اس وقت سے تمہیں چاہتا ہوں۔ میں۔ میں خود اس وقت بچہ تھا۔ دنیا میں اک نیا آیا ہوا، چھوٹا سا آدمی تھا جو یہ سمجھتا تھا، کہ دنیا میں جس قدر خوشی، شہرت، عیش غرض کہ جتنی اچھی چیزیں ہیں وہ سب میرے

لیئے ہیں، ایک ایسا خود غرض مگر سادہ دل آدمی! ایسے آدمی سے یہ توقع کرنی، کہ وہ ایک چھوٹی لڑکی کے لیے اپنی زندگی وقف کر دیگا، ذرا مشکل تھا، حال آں کہ یہ ذوقِ حیات، مجھ میں تمہیں دیکھ دیکھ کر پیدا ہوتا تھا۔ یہ میں نے بعد میں برسوں کے بعد بہت کچھ دیکھ کے، ٹھوکریں کھا کے، معلوم کیا۔ دیکھو شگوفہ، اگر میں تم سے کہوں کہ تم اس آسمان نیلی فام کو چاہتی ہو۔ تو تم ہنسو گی، کیونکہ وہ اپنی زینتوں کے ساتھ ہمیشہ ہمارے سر پر ہے، اسے گم کرنے کا امکان نہیں۔ بس یہ ماجرا بھی یوں ہی ہوا، تمہیں ہاتھ سے کھو کر مجھے معلوم ہوا کہ میں تمہیں کتنا چاہتا تھا، جیسا تم نے پوری تلخی کے ساتھ کہا تھا۔ میں نے تمہیں رُلایا۔ تمہیں بد بخت کہا، مگر میں بھی خوش و کامراں نہیں رہا۔

شگوفہ: (چپکے چپکے رو کر) آہ کمال کیوں وہ باتیں کہہ رہے ہو، جن کی مجھے امید نہ تھی۔ مجھ سے تمہیں کیا غرض؟ میں اپنی اس زندگی کی عادی ہو گئی تھی (ایک بھولی شکایت کے ساتھ، گردن نیچی کر کے) آہی، اس کے بعد میں کیسے جی سکونگی؟

کمال: شگوفہ، تم مجھے چاہتی ہو۔

شگوفہ: (لجا کر اور نظریں نیچی کر کے) بس، کمال۔ ایک بیاہی عورت کے لیے عیب ہے۔ یہ سب سچ ہے، مگر اپنی زباں سے عیب مت لگاؤ۔ کمال، میں نے تمہیں چاہا! اور

مدتوں تم سے بگڑی رہی، پھر تحمل نہ کر سکی، اور تم سے صلح کر لی۔ مگر تمہیں عورتوں کے اُس عشق کی کیا خبر جو عمر بھر بے تسلی اور بے اُمید رہے، ناممکن ہے، تم اُس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ آداب رخصت ہوں اس کے بعد، بہت ستائی جاؤنگی، مگر چھپاؤں کیوں، دل آرام سے رہیگا۔

کمال: شگوفہ، مجھے بالکل نا اُمید کر کے نہ جاؤ۔ ایک گھنٹہ بھر کے لیے ہی سہی، مگر مجھے دل بھر کر تمہیں دیکھنے دو۔ ایک ملاقات کا وعدہ کرو، جس میں بغیر خوف کے اپنی دل کی حسرت تم سے بیان کروں۔

شگوفہ: یہ ناممکن ہے۔ علاوہ ازیں، کل تم بروسہ واپس جاؤ گے، اور پرسوں میں اطہ بازار اپنے ماں باپ کے پاس ہونگی۔

کمال: شگوفہ یہ نہ کرو، میری اُمیدوں پر پانی نہ پھیرو۔ مجھے یوں چھوڑ کر نہ چلی جاؤ...

شگوفہ: اس کے سوا کوئی علاج نہیں... کیا تم چاہتے ہو میں بروسہ میں آ کر تمہاری مہمان رہوں۔

کمال: چپ رہو شگوفہ، کیوں ایسی بات کہہ کے میری آرزوؤں کو بھڑکاتی ہو کیوں ایک ناممکن خواب میرے پیش نظر کرتی ہو۔ میں اس کا تحمل نہیں کر سکتا، نہیں نہیں یہ ممکن نہیں شگوفہ، تم ہی کہو دو یہ ممکن نہیں،

شگوفہ: ناممکن ہونے کی وجہ سے ہی تو میں نے کہا۔ ورنہ میری زبان سے یہ بات نکل سکتی تھی۔ مگر تم اس کوشنکر اک لمحہ کے لیے ایسے خوش نظر آئے اور پھر ایسے ناامید ہوئے کہ (نہایت تمسخرانہ لہجے میں) یہ ناممکن ممکن ہوگا۔ یہ خواب حقیقت ہوگا، کمال! میں ہر چیز کو قربان کرونگی، ہر چیز کی قربانی کروں گی" اور بہروسہ میں تمہارے گھر، اپنے گھر آؤں گی۔

کمال: کیا یہ ممکن ہے، شگوفہ (اس کے ہاتھ پکڑنا چاہتا ہے)

شگوفہ: (روک کر) دیکھو کوئی آرہا ہے (شوقیہ داخل ہوتی ہے)

کمال: کیا چاہیئے، شوقیہ؟

شوقیہ: چھوٹی خانم کو ڈھونڈھنے آئی تھی (داہنے دروازے میں سے پکارتی ہے) چھوٹی خانم! چھوٹی خانم،

شگوفہ: چلو ہم بھی اُن کے پاس چلیں (سب داہنی طرف سے جاتے ہیں)

منظر: ۵

معلّا، شوقیہ

معلّا: کیا چاہتی ہو، شوقیہ

شوقیہ: ابھی اک خانم آئی ہیں۔ آپ سے خفیہ طور پر ملنا چاہتی ہیں۔
معلّا: خفیہ طور پر؟ تعجب ہے۔ کہاں ہیں؟
شوقیہ: باغ میں ہیں، اندر نہیں آئیں
معلّا: کیا حلیہ ہے؟
شوقیہ: موٹھ پر گہرا نقاب ڈالے ہیں۔ ایک پرانا برقع پہنے ہیں، مگر غالباً کوئی چھوٹے درجہ کی عورت نہیں ہیں۔ اُس کی انگلیوں میں اک بڑے ہیرے کی انگوٹھی جگ مگ جگ مگ کر رہی تھی۔
معلّا: کون ہو سکتی ہے؟ بہر حال یہاں بلا لاؤ۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔
(شوقیہ بہیرہ کو نقاب ڈالے ہوئے لاتی ہے اور خود باہر چلی جاتی ہے)

منظر: ۶

معلّا، بہیرہ

معلّا: (متحیر) مجھ سے ملنے آئی ہو، کون ہو؟ (بہیرہ اپنا نقاب اُٹھا دیتی ہے) (معلّا ہلکی چیخ مار کر) ایں، بہیرہ، بہیرہ باجی تم یہاں، کہاں۔
بہیرہ: گھبراؤ مت، مجھ پر جو بیتا پڑی، اُس کی تمہیں خبر ہے؟

معلّا: ہاں سب معلوم ہے۔

بہیرہ: آج شام مجھے گرفتار کر لیا، مگر میں چند گھنٹوں کے بعد، اک ترکیب سے بھاگ نکلی اوّل قاضی کوئی میں اک گھر میں جا کر چھپی، مگر وہاں پوشیدہ رہنا ممکن نہ تھا، اس وجہ سے . . . .

معلّا: اِس گھر میں کس جسارت سے قدم رکھا؟ یہاں کیوں آئیں۔

بہیرہ: بے شک مجھے یہاں نہ آنا چاہیے تھا، مگر حالتِ اضطرار میں آئی ہوں، اُمید کے سارے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ دوستوں اور شناساؤں میں، اس وقت ایک بھی ایسا نظر نہ آتا تھا جو میری دست گیری کرے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ میں جا کر دوبارہ اپنے تئیں تسلیم کر دوں۔ اس وقت میرے خیال میں تم آئیں۔ تمہارا اوروں کے لیے دُکھنے والا دل، تمہاری ہمت، تمہارا اوروں کی طرح نہ ہونا، یاد آیا، آخر تمہیں اپنا حامی قرار دے کر، تمہارے پاس اپنے سترہ برس کی بچّی کے پاس آئی ہوں۔ اگر مجھے نکالتی ہو . . .

معلّا: میں نہیں جانتی، نہیں جانتی کیا کروں (ایک قلبی کش مکش کے بعد) نہیں ممکن نہیں، تمہیں اس طرح نہ چھوڑ دونگی مگر میں کر کیا سکتی ہوں۔ بھائی جان سے کہو، کماں تک جانتی ہو کس قدر . . .

بہیرہ: (خوف زدہ ہو کر) کیسے کمال یک آگیا وہ یہاں ہیں؟ نہیں، نہیں، میں باز آئی، مجھے جانے دو۔ تمہیں اللہ کو سونپا۔ (دروازہ کی طرف جاتی ہے)

معلّا: (اُس کا ہاتھ پکڑ کر) نہیں نہیں۔ تم نے میرے ہاں پناہ لی ہے۔ میں تمہیں یوں نہ جانے دونگی۔

ضیا کی آواز: معلّا، معلّا۔

معلّا: (بہیرہ کو بائیں دروازے میں گھسا کر) جاؤ سیدھی میرے کمرے میں جاؤ۔ وہاں کوئی نہیں ہے۔ (بہیرہ بائیں طرف سے جاتی ہے)

منظر: ۶

مُعلّا، ضیا

ضیا: معلّا۔ میں تم سے کہنا بھول گیا تھا۔

معلّا: ضیا۔ تمہارے لیے ایک اچھا موقع پیدا ہوا ہے۔

ضیا: (حیران ہو کر) کیسا موقع؟

معلّا: اپنی مردانگی اپنی قوت دکھانے کا اور یہ دکھانے کا کہ تم ایک ایسے آدمی ہو جس کی میں عزت کر سکتی ہوں۔ اور جس پر میں اعتبار کر سکتی ہوں۔

ضیا: (حیرت اور جوش سے) معلّا۔ کہو تو وہ بات کیا ہے۔ حکم دو تو میں اپنے تئیں کنوئیں میں گرا دوں۔

معلّا: نہیں۔ میں اتنا بڑا کام آپ سے نہیں چاہتی، میں جو چاہتی ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ ایک بیچاری عاجز عورت کو کنوئیں سے نکالو ..... آؤ میرے ساتھ

(ضیا کو بائیں دروازہ سے کھینچتی ہوئی لے جاتی ہے۔ پردہ گرتا ہے)

پردۂ دُوُم

(پردہ اٹھتا ہے) کمال نعمت کے گھر میں ایک کمرہ۔ کمرہ کے آگے ایک شہ نشین جس میں پھولوں کے گملے رکھے ہوئے ہیں اور پھولوں کی بیلیں چڑھی ہوئی ہیں دائیں بائیں طرف دو دروازے ہیں)۔

منظر: ۱

شگوفہ، مریم

(مریم۔ ایک ادھیڑ عمر کی خوش مزاج ہنس مکھ ارمنی خادمہ)

مریم: مری خانم۔ بس کیجیے آپ تھک گئی ہونگی۔ واللہ۔ آپ کمال بک کو مجھ پر ناراض کرائیں گی۔

شگوفہ: (ہاتھ میں پانی سے خالی کی ہوئی ایک بالٹی لیے ہوئے شہ نشین سے داخل ہوتی ہے) بے چارے پھول بغیر پانی کے سوکھے جارہے ہیں۔

مریم: میری پیاری خانم، معاف کرنا۔ میں نے آپ کی طرح کوئی آزاد مہمان نہیں دیکھا۔ آپ نے آدھ گھنٹے میں کمروں کا سارا اسباب الٹ پلٹ کر ڈالا۔ ان کی شکل ہی بدل دی۔ کمال بک آئیں گے تو خیال کرینگے کہ میں کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہو گیا۔

شگوفہ: میں اپنے تئیں مہمان تھوڑا ہی خیال کر رہی ہوں، مگر کمال بک نے اتنی دیر کیوں لگائی۔ تم تو کہتی تھیں کہ آدھ گھنٹہ میں آجائیں گے۔

مریم: (زور سے قہقہہ لگا کر) کیا آدھ گھنٹہ سے زیادہ ہو گیا۔ مری خانم جان۔ بہرحال کہیں بھی ہوں۔ ابھی آتے ہونگے۔ پریشان نہ ہوجیے۔ آج بھی عجیب اتفاق ہے۔ دن دن بھر بیٹھے کتابیں پڑھا کرتے ہیں نہ کوئی آتا ہے نہ جاتا ہے؛ اگر آپ دیکھیں تو آپ اُن پر ترس کھائیں، آپ کے آنے کا آج انتظار کر رہے تھے، دوربین لگا کے ٹرین کے آنے کو دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں کسی نے دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ میں گئی

تو معلوم ہوا کہ والی بادشاہ نے انھیں ایک نہایت ضروری کام کے لیے طلب
کیا۔ کمال بک نے کہا کہہ دو بیمار ہوں نہیں آسکتا۔ دس منٹ بعد پھر خبر آئی۔ والی
آپ سے بہت ضروری کام سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ نہ آئیں گے
تو وہ خود آجائیں گے۔ یہ سُن کر بیچارے کمال بک نے اپنے کاغذات اور کتابوں
کو جمع کیا اور مجھ سے کہا جو خانم مہمان آرہی ہیں۔ تم اُنھیں اُتروانا۔ ادھر کی دنیا
اُدھر ہو جائے میں آدھ گھنٹہ سے زیادہ دیر نہ لگاؤں گا۔ کمال بک کا آج کا
حال میں کبھی نہ بھولوں گی۔

شگوفہ: (تھکن کے ساتھ) صحیح مریم میں بہت تھک گئی ہوں۔ اتنا بڑا راستہ
اور پھر کام بھی میں نے یہاں آکر کیا۔

مریم: کمر کی پٹی تو کھول لیجیے۔

شگوفہ: نہیں نہیں، میں کمال بک سے اسی طرح ملوں گی (کھلے ہوئے داہنی
طرف کے دروازہ کو دکھا کر) مگر مریم سامنے کا منظر کتنا خوشنما ہے۔ سارا بروسہ
تمہارے پاؤں تلے ہے۔ مکان کیا ہے ایک چڑیا کا آشیانہ ہے۔

مریم: بے چڑیا کے آشیانہ لے کر کیا کروں۔ مری خانم! آپ کے قدم رکھتے
ہی اس گھر میں جان پڑ گئی ہیں ہر وقت کمال بک سے کہا کرتی ہوں۔ ایک بولتی

مینا اس آشیانہ کے لیے کہیں سے لانی چاہیئے، مُعلا خانم بھی زور ڈالتی ہیں مگر وہ راضی ہی نہیں ہوتے۔ آپ سے کیا جھوٹ کہوں۔ مرے دل میں سینکڑوں قسم کے شبہ پیدا ہوتے ہیں۔ جوانِ رعنا۔ اللہ کا دیا گھر میں سب کچھ۔ پھر کیوں شادی نہیں کرتے۔ یقیناً کہیں دل لگا ہوا ہے۔ مجھے کیا معلوم کہ پیچ در پیچ معاملات تھے۔

شگوفہ: کیسے؟

مریم: آپ مجھے شاید معمولی نوکرنی سمجھ رہی ہیں۔ کمال بک مجھے اپنی ماں کی طرح چاہتے ہیں۔ کل انھوں نے مجھے سب تبلایا تھا۔ آپ کون ہیں اور کیوں آئی ہیں۔

شگوفہ: (چیں بہ جبیں ہوکر اور ذرا پریشان ہوکر) کیا بتایا تھا۔

مریم: آپ ایک پاشا کی بیگم ہیں۔ پاشا نے انتقال کیا ہے، کمال بک آپ سے شادی کریں گے۔ مگر کچھ وراثت کا جھگڑا ہے یا کیا اس کی وجہ سے کچھ ہچکچاتے اور ٹھہرتا ہوگا (نہایت فخر سے ہنس کر) دیکھیے میں کیسا سب کچھ جانتی ہوں۔ کمال بک مجھ سے کچھ چھپاتے نہیں

شگوفہ: (ہنس کر) ہاں سچ ہے مریم، انھوں نے ٹھیک کہا۔ ہماری شادی جلد ہوگی اب میں اُن کا گھر دیکھنے آئی ہوں، مگر کمال بک کی اماں جان اور بہن جب آئیں تو اس کا ذکر اُن سے مت کرنا۔

مریم: کمال بک نے مجھے متنبہ کر دیا ہے، آپ اطمینان رکھئے گویا میرے منہ کو تالا

لگا ہوا ہے۔

شگوفہ: تو تمہیں کمال بک کے اور راز بھی معلوم ہونگے۔

مریم: مری پیاری خانم۔ آپ کے ذہن میں کیا باتیں آ رہی ہیں۔ کمال بک فرشتہ ہیں۔ اُن کا کیا راز ہوگا۔ بروسہ کی لڑکیاں اُن کے لیے مر رہی ہیں۔ مگر وہ کسی کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اگر اُن کی محبوبہ ہوں تو میں۔ مگر مری پیاری خانم آپ جب اس گھر میں آئیں تو مجھے نکال دیجئے گا۔ واللہ سل و دق میں مبتلا ہوکر مر جاؤنگی۔ آہ کتنا اچھا ہوگا۔ ننی ننی گڑیاں پیدا ہونگی میں اُن شریر بچوں کو گود میں لے کر کھلاؤنگی۔ وہ مرے ہاتھوں کو مرے منہ کو اپنے ناخنوں سے چھیلیں گے

(یکایک دروازہ کی گھنٹی زور سے بجتی ہے)

شگوفہ: (ہیجان سے چڑیا کی طرح پھڑپھڑا کر) کمال آگئے ٹھہر مریم، دروازہ میں کھولوں (دروازہ کی طرف دوڑتی ہے۔ مگر یکایک سینہ پر ہاتھ رکھ کے رُک جاتی ہے) نہیں جا سکونگی۔ مریم تم کھولو۔

منظر: ۲

شگوفہ، کمال

کمال: (ہوا کے ایک تیز جھونکے کی طرح، دروازے کو ٹکرا کے کھولتا ہے، زینے

کی سیڑھیوں کو، دو ایک دفعہ میں پھلانگ کر ہانپتا ہوا اندر داخل ہوتا ہے۔ شگوفہ
شگوفہ: (شگوفہ کے بھی اضطراب کا یہی عالم ہے) آہستہ آہستہ، کمال، نہایت
متانت سے آؤ، کمال (مسکرا کر اور اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کے) یہ وقت سخت مشکل کا ہے
کمال: (ایک بیہوشانہ انداز پرستش سے) شگوفہ، تم اور میرے گھر میں، مجھے یقین
نہیں آتا۔ تمہیں بہت انتظار تو نہیں کرنا پڑا۔ لوگوں نے آج بھی مجھے آرام سے
نہ چھوڑا (شگوفہ کے حال پر نظر ڈال کر) یعنی ہر روز، میرا اس طرح انتظار کیا
کرتیں (حسرت کے لہجے میں) آہ تم نے مجھے آج بتایا کہ میں نے کیا کھویا۔ تم نے خوب

مجھ سے بدلہ لیا۔
شگوفہ: (غمگین تبسم کے ساتھ آنکھیں بند کر کے) تم سے نہیں کمال، میں اپنے
نصیب سے بدلے رہی ہوں خیر، اور زیادہ نہیں، تو ایک دن کے لیے تو میں تمہارے
گھر کی خانم ہو گئی، کمال۔
کمال: (مفتونانہ) مگر اس کے بعد؟ کل، پرسوں؟ جب تم نہ ہوگی، تو اس
خالی گھر میں میں کیسے رہ سکوں گا؟ کس طرح اس کا تحمل کر سکوں گا؟
شگوفہ: کمال، کل کی کیوں فکر کریں، آج کے دن، آج کی ساعت کا خیال
چاہیئے۔ تم بھی میری طرح قسم کھاؤ۔

کمال: کا ہے کی؟
شگوفہ: آج کے دن کو، کسی غم انگیز خیال، کسی پشیمانی کی یاد سے تلخ نہ کریں گے۔
اور کل تم مجھے چاہو گے بھی تو نہیں۔
کمال: کیوں۔
شگوفہ: (سانس لے کر) یہ قدرتی بات ہے۔ آج کے دن تک میں اک پاک اور بے گناہ عورت تھی۔ کل میں وہ عورت ہو جاؤں گی جس نے اپنے خاوند کو دھوکا دیا ہو اور بے وفائی کی ہو۔ اس کے بعد کیا ممکن ہے کہ میں تمہاری نظروں سے نہ گر جاؤں؟
کمال: شگوفہ تم میری نظروں میں....
شگوفہ: (بات کاٹ کر) نہیں، نہیں، میں جانتی ہوں، وہ پرانی شگوفہ، اس دروازے میں داخل ہوتے وقت مر گئی۔ مگر کچھ پروا نہیں، یقین مانو کمال، میں نے اس کے مرنے پر ایک قطرہ آنسو بھی نہ بہایا، وہ پرانی شگوفہ، ایسی بدبخت تھی کہ اچھا ہوا مر گئی مگر کمال، اس لیے کہ میں ایسی آسانی سے تمہارے گھر آ گئی، کمال، تم مجھے بد اخلاق عورت مت خیال کرنا، اور یہ نہ سوچنا اچھا ہوا میں نے اس کے ساتھ شادی نہیں کی۔ اگر تم میرے خاوند ہوتے تو واللہ میں ایسی حرکت کبھی نہ کر سکتی۔
کمال: (شگوفہ کی ٹھوڑی پکڑ کے، گہری نظروں سے اس کے منہ کو تکتا ہے) کیسی

بھولی، بالکل بچی ہے۔

شگوفہ: (اُس کے پہلو میں جاکر) میں یوں بھاگ کر، اپنے بچّوں کو نوکروں کے سپرد کرکے، تم تک آنا نہ چاہتی تھی۔ میں اپنے تمام موجودیت کے ساتھ تم تک پہونچنا چاہتی تھی، میرا بچپن، میرا لڑکپن اسی خواب میں گزرا، مگر تم نے مجھے نہ چاہا میں اس بنا پر تم سے مدّتوں جلا کی! ور میں نے شریف سے محبت کرنے کی کوشش کی میں نے کوشش کی کہ اُسے چاہوں، اور تمہیں بھول جاؤں۔ مگر میں نے دیکھا کہ میرے درد سے واقف، میرے حال سے آگاہ کوئی نہیں، اس وقت، اپنے گھر، اور اپنے دل کی تنہائی میں، میں نے پھر تم سے صلح کرلی۔ دراصل، اس کے بعد میں نے تمہیں چاہنا شروع کیا۔ میں نے اِس طرح چاہنا شروع کیا، کہ تمہارے چہرے، تمہاری آنکھوں کو، اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی بھی اُمید نہ تھی۔

کمال: (اُسے ایک بیمار بچّے کی طرح تھپک کر) آہ! میری بے چاری شگوفہ۔

شگوفہ: اس درد و غم نے مجھے اندر ہی اندر ایسا گھلایا، کہ میں تمہارے اک نظر، اور چند کلموں کا بھی مقابلہ نہ کرسکی۔ تم نے مجھے اک زخم خوردہ چڑیا کی طرح اپنے پاؤں تلے ڈال دیا۔ میں یہاں کیسے آئی، کس ہمت سے آئی، میں خود نہیں جانتی جب میں نے ... تم سے کہا کہ "میں تمہارے گھر آؤں،" تو تم ایسے خوش ہوئے

اور جب میں نے کہا "اس کی کوئی راہ نہیں"، تو تم ایسے غمگین و مایوس نظر آئے، کہ میں اس کو دیکھ کر نہ رہ سکی اور میں نے اپنے دل میں کہا اگر میں تمہیں اور اپنے تئیں مایوس رکھوں، تو مری ساری عمر پچھتانے میں گزریگی۔

کمال: شگوفہ، میں تمہارا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے احسان مند۔ . . . (اُسے آغوش میں لینا چاہتا ہے)

شگوفہ: (اُسے روک کر) نہیں نہیں۔ یہ نہ خیال کرنا کہ میں نمائشی طور پر منع کر رہی ہوں۔ تمہارے گھر آنے کے کیا معنی ہیں جانتی ہوں۔ مگر ذرا اور شام ہو لینے دو۔ ہر چیز کو خواب سے مشابہ ہو جانے دو۔ اس وقت میں تمہیں قسم دیکر، تم سے ایک بات چاہتی ہوں

کمال: تمہاری آرزو، ہر قسم و سوگند سے زیادہ مقدس ہے۔ مجھ سے کہو شگوفہ۔

شگوفہ: (سوچ کر) پھر کہونگی، تھوڑی دیر بعد۔

کمال: اب کیوں نہیں؟

شگوفہ: میں یوں ہی چاہتی ہوں، تمہیں یاد ہے، کمال جب میں چھوٹی تھی، اور میں تم سے کوئی چیز مانگتی تھی، تو میری اک عادت تھی۔

کمال: کس طرح بھول سکتا ہوں۔ شرمیلی لڑکی تھیں۔ اپنے ہاتھوں سے میرے آنکھوں کو بند کر دیا کرتی تھیں۔

شگوفہ: (ہنس کر) جانتے ہو، کیوں ایسا کرتی تھی، کمال ۔ اس لیئے کہ تمہیں زیادہ قریب سے دیکھوں۔

کمال: بچّی! ابھی تک بچّی ہے۔ مگر ہاں، کاہے کے لیئے قسم دلا رہی تھیں۔

شگوفہ: کہہ تو دیا پھر کہونگی (ٹھنڈا سانس لے کر) مگر اس وقت میں اک اور بات چاہتی ہوں۔

کمال: وہ ہی کہو، کیا ہے۔

شگوفہ: (غور سے اُسے دیکھ کر) تمہیں مار ڈالنا۔

کمال: (ہنس کر) کیا عجیب خواہش ہے۔ مگر چونکہ تمہاری طرف سے ظاہر ہوئی ہے، میں اس کے لیئے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔ مگر کل تک کے لیئے زندگی کی مہلت دو۔

شگوفہ: ہاں، میں تمہیں اپنے ہاتھ سے مارنا، اپنے ہاتھ سے مارنے کے بعد تمہاری آنکھوں کو بند کرنا، پھر تمہارا مزار بنانا چاہتی ہوں۔ تمہارے متعلق اس قدر رشک ہے کہ... (یکایک دروازے کی گھنٹی زور سے بجتی ہے، شگوفہ کانوں میں انگلیاں دے لیتی ہے) یہ کیا، کون ہو سکتا ہے؟

کمال: ہمیں کیا، کوئی بھی ہو، مریم اُسے دفع کر دیگی۔

شگوفہ: یقیناً، مگر جس شخص کے دل میں چور ہو، وہ گھبرا ہی جاتا ہے۔

(کمال کھڑکی میں سے باہر دیکھتا ہے، شگوفہ بھی پاس آکر دیکھنا چاہتی ہے، اُسے ہاتھ سے روکتا ہے)

کمال: کچھ نہیں۔ اک ہمسایہ ہے۔ شاید کچھ پوچھنا چاہتا ہوگا۔ شگوفہ تم میرے کمرے میں چلی جاؤ۔ میں ایک دو منٹ میں آیا۔

(شگوفہ، بائیں دروازے سے جاتی ہوتی ہے کہ مریم داخل ہوتی ہے)

منظر: ۳

مریم، کمال

مریم: (اندیشہ ناک، ہونٹوں میں خفیف سی کپکپاہٹ ہے) مہمان خانم اوپر ہیں نا؟

کمال: ہاں، کیوں کیا ہوا۔ دروازے پر کون ہے؟

مریم: سرغو پیسر پولیس، تحسین بک آئے ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

کمال: یہ عجیب ہے، کیوں مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔

مریم: مجھے خوف ہے کہ... بات یہ ہے کہ باہر اُن کے ساتھ کچھ سپاہی بھی مجھے نظر آئے۔

کمال: ہوں! اچھا آیا۔ (دروازے کی طرف جانا چاہتا ہے، اس کے بعد رُک کر) اچھا مریم تحسین آفندی سے کہو، خود یہاں تشریف لے آئیں، وہ آجائیں تو تم خانم

کے پاس اوپر چلی جاتا۔ اگر خانم پوچھیں کون آیا ہے تو کہہ دینا کچھ لوگ ہیں جو کاغذات پر دستخط کرانے آئے ہیں، اکثر آیا کرتے ہیں۔

(مریم جاتی ہے۔۔ کمال نہایت مضطربانہ، کمرے میں ٹہلتا ہے)

منظر: ۴

کمال، تحسین آفندی

(تحسین آفندی ۴۵ سالہ، خوش رو، نیک طبیعت پولیس آفیسر)

تحسین آفندی: تسلیم عرض ہے۔

کمال: (اپنے تئیں بے پروا ظاہر کرنے کی کوشش کر کے) آئیے، تشریف لائیے، تحسین بک غنیمت ہے میرے گھر کا راستہ آپ کو معلوم ہو گیا۔

تحسین: خدا علیم ہے، میں کس قدر محجوب ہوں کہ اس وقت تک سلام کے لئے حاضر نہ ہو سکا (پھر اس طرح رُک رُک کر جو کچھ کہہ رہا ہے اُس سے گویا اُسے رنج ہے) مگر کاش آج بھی نہ آیا ہوتا۔

کمال: (انجان بن کر) انشاء اللہ خیریت ہے۔۔ کیا کوئی خاص بات ہے تحسین آفندی؟

تحسین: (اور زیادہ گھبرا کر) افسوس ہے... اُف میری نوکری کیا بُری نوکری ہے۔ خدا جانتا ہے، تین سال سے آپ یہاں ہیں، ہم سب نے آپ کو اپنا برادرِ معظم سمجھا اور اسی طرح آپ کا احترام کیا اور آپ سے محبت کی۔ آپ نے بھی کہ آپ عالی خاندان، عالی قربت ہیں، تواضع کو کبھی اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا کسی دن...

کمال: (بات کاٹ کر) یہ سب معلوم ہے، تحسین آفندی۔ آپ کس مقصد سے تشریف لائے ہیں، وہ بتائیے۔

تحسین: کپتان پولیس نے مجھے بھیجا ہے۔ آپ کی خدمت میں بہت بہت سلام عرض کیا ہے۔ ایک عجیب قصہ درپیش ہے۔ آدھ گھنٹہ ہوا، استانبول سے، والی پاشا کے نام ایک تار آیا، اس میں لکھا ہے کہ استنبول کے دائرۂ مرکزیہ میں سے ایک قیدی، بلکہ زیادہ صحیح یہ کہ ایک قیدن بھاگ کر آئی ہے، شبہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے اس کی مدد فرمائی اور وہ آپ کے ہاں پناہ گزیں ہے۔

کمال: (غصے سے) یہ کیا واہیات ہے؟ استانبول سے بھاگے ہوئے قیدی کا، میرے گھر میں کیا کام؟

تحسین: آپ ناراض نہ ہوں، مفتش بک، میں حکم کا بندہ ہوں۔

کمال: میرا گھر فراریوں کا پناہ گاہ نہیں ہے، آپ کپتان پولیس سے اسی طرح جا کر کہہ دیجئے

تحسین: مگر افسوس ہے اس کے علاوہ اور باتیں بھی ہیں۔ پولیس نے، بحکم جناب والی، اس معاملہ کی باضابطہ تحقیقات کی۔ معلوم ہوا کہ آج استنبول سے جتنی عورتیں ٹرین سے اتری ہیں اُن میں اک عورت اُس حلیہ کی بھی تھی جس کے متعلق تار آیا ہے، اور وہ خانم، اسٹیشن سے دکا غذات کو الٹ پلٹ کے دیکھ کر) ایک گاڑی میں بیٹھ کر جس کا نمبر ہمارے ہاں درج ہے، آپ کے دولتخانہ تک آئی ہے۔

کمال: اس توہین کا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت، میرے گھر میں اک خانم مہمان آئی ہیں، مگر آپ نے اس سے یہ نتیجہ کہاں سے نکالا کہ میرا گھر فراریوں کا ملجا و ماوا ہے۔

تحسین: آپ کا فرمانا صحیح ہوگا، کمال بک، مجھے اس کے خلاف اصرار نہیں مگر ظاہر حالات، سب آپ کے خلاف ہیں۔ استانبول سے ایک تار آتا ہے جس میں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فراری عورت کو آپ کی طرف سے مدد ملی۔ اور آپ کے یہاں وہ پناہ گزیں ہے۔ عین اُسی دن، بلکہ اُسی گھنٹے میں، استنبول سے ایک نامعلوم خانم کے آپ کے دولت خانے پر پہونچنے کی رپورٹ ہم کو اپنے اسٹاف سے ملتی ہے۔ ان اتفاقات کی توجیہ کس طرح کی جا سکتی ہے۔

کمال : مگر مہمان، وہ فراری خانم نہیں جس کی تلاش میں پولیس ہے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، تحسین آفندی۔

تحسین : ایسی حالت میں فکر کی کوئی بات نہیں، آپ کو زحمت تو ہوگی، مگر تھوڑی دیر کے لیے آپ اور مہمان خانم دونوں کوتوالی میں تشریف لے چلیں، خانم یہ ثابت کر دیں کہ وہ کون ہیں۔ معاملہ ختم ہو جائیگا۔

کمال : تحسین آفندی، یہ ممکن نہیں، ممکن نہیں۔

تحسین : (متحیرانہ) کیوں، اس میں کیا بات ہے، مقتش بک،

کمال : میری مہمان، کوتوالی نہیں جا سکتیں۔ علاوہ ازیں اس کا امکان قطعی نہیں کہ وہ یہ بتائیں کہ وہ کون ہیں۔

تحسین۔ مجھے افسوس ہے، مگر ضابطہ میں سوائے اس کے اور کوئی طریقہ نہیں۔

کمال : تحسین آفندی، میں آپ سے التجا کرتا ہوں یقین کیجیے کہ جو خانم میرے ہاں مہمان ہیں، وہ، وہ فراری عورت نہیں جس کی پولیس کو تلاش ہے۔ میں اپنی عزت و شرف کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ مگر وہ کون ہے۔ میں یہ بھی نہیں بتا سکتا۔ یہ بھی میرے لیے عزت و شرف کا سوال ہے۔ اس کا کوئی چارۂ کار ڈھونڈو۔

تحسین : آپ کوئی راستہ نکالئے۔ میں ایک غریب آدمی، حکم کا بندہ ہوں۔

منقش بک، خدا کے لیے مجھے مصیبت میں نہ ڈالیے۔ مجھے جو حکم ملا ہے، وہ صاف و صریح ہے، خانم کا وارنٹ گرفتاری، میرے ہاتھ میں ہے، اور آپ سے میں نجی طور پر، ایک بھائی کی خدمت میں عرض کرتا ہوں، کہ معاملہ نہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ بروسہ میں آپ کے کتنے دشمن ہیں، جس عہدہ پر آپ ممتاز ہیں، اس کی وجہ سے اور آپ کی ذاتی حیثیت کی بنا پر، آپ سے حسد کرنے والے کم نہیں۔ ایک منٹ میں، یہ خبر نہ معلوم کس طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ گویا ٹیلیفون پر سب کو خبر کر دی گئی۔ آپ کے سارے دشمن جمع ہو کر آپ کے درپئے ایذا ہیں۔ اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپنے ایک سرکاری مجرم کو اپنے ہاں چھپا رکھا ہے، تو بروسہ میں آپ کا رہنا مشکل ہو جائیگا۔ یہ بھی نہ ہو، تو بھی یہ خبر کہ اک غیر عورت آپ کے ہاں ہے، آپ کی شہرت کو لکہ دار کریگی۔

بہر حال، آپ کے دشمن آپ کو گرانے کی کوشش کرینگے۔ میں جب آ رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ چند اوباش، سڑک کے کنارے جمع تھے۔ ممکن ہے وہ کوئی نقصان پہونچانے کا منصوبہ کر رہے ہوں یہ وہ لوگ ہیں، جو پارلیمینٹ کے اُمیدواروں کو جب وہ یہاں لیکچر دینے آئے تھے، تیل کے خالی ٹین بجا بجا کر یہاں سے بھگا چکے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہاں تک خطرہ معمولی نہیں۔ سوائے میرے بتائی ہوئی تدبیر

سے اور کوئی علاج نہیں۔

کمال: (زور سے بات کاٹ کر) یہ مجھ سے ہونا ممکن نہیں۔

تحسین: مگر میرے ہاتھ میں جو حکم ہے، وہ بھی قطعی ہے۔

کمال: (ایک مستحکم فیصلہ کے ساتھ) اس وقت میرے لیے صرف ایک حکم ہے۔ میرے دل کا حکم، میری مردانگی کا حکم ہے۔ میرے گھر میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا، میرا مسکن میرا قلعہ ہے۔ میں پھر یہ کہتا ہوں، کہ میرا مہمان نہ مجرمِ حکومت ہے، نہ وہ گرفتار ہوا، نہ اس نے فرار کیا۔ اب میرے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کی گئی، تو میں اپنے قانونی حق کی بنا پر، مدافعہ کی کوشش کرونگا۔

تحسین: کس طرح؟

کمال: اسلحہ سے۔

تحسین: (گھبرا کے) آپ کیا کہہ رہے ہیں کمال بک، توبہ کیجیے، توبہ کیجیے، سرکار سے سرکشی؟

کمال: ہاں، مدیر پولیس (کپتان پولیس) سے یوں ہی جا کر کہنا کہ اس نے یہ فیصلہ کر لیا ہے، کہ بغیر جان دیئے، اپنے پناہ گزین کو نہ دیگا۔

تحسین: مگر۔۔۔

کمال: بس، تحسین آفندی، اب زیادہ گفتگو کے لیے کوئی بات نہیں رہی۔

تحسین: میں یوں ہی جا کر کہونگا۔ لیکن اس وقت آپ کا گھر زیرِ محاصرہ ہے۔ جب تک اجازت نہ آئے کوئی شخص گھر سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔

(تحسین سلام کرکے جاتا ہے)

منظر: ۵

کمال، شگوفہ

(شگوفہ، چہرے کا رنگ بالکل سفید، دروازے میں سے دکھائی دیتی ہے)

شگوفہ: کمال، کیا ہوا؟ خدا کے واسطے بتاؤ تو کیا ہو رہا ہے۔ میں سنوں تو (آہستہ آہستہ داہنے دروازے سے باہر آتی ہوئی مریم کو دکھا کر) اس نے مجھے روک لیا، آنے نہ دیا۔

کمال: (ضبط و تحمل کی کوشش کر کے) کچھ نہیں، شگوفہ، پریشان مت ہو، میری بچی شگوفہ، کوئی گھبرانے کی بات نہیں، تھوڑی سی غلط فہمی ہو گئی ہے۔

شگوفہ: غلط فہمی نہیں ہے۔ کمال، تم مجھ سے چھپاتے ہو۔ کیا میری خبر لگ گئی ہے؟

کمال: شگوفہ، میں قسم کھاتا ہوں، محض غلطی ہے۔ ایک ملعون اتفاق ہے۔ تمہارا نام، تمہاری شخصیت قطعی زیرِ بحث نہیں ہے۔

شگوفہ: پھر تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ یقین مانو، میں اظہارِ ضعف نہ کرونگی جو کچھ ہمارے سر پر گزرنے والی ہے، اس سے مجھے بھی تو خبردار کردو۔

کمال: (ہر بات سے مطلع کرنے کا تہیّہ کرکے) ہاں شگوفہ، خطرہ میرے اور تمہارے گرد منڈلا رہا ہے۔ پولیس کو یہ شبہ ہوگیا ہے، کہ ایک فراری مجرمہ میرے ہاں چھپی ہوئی ہے۔ اس شبہ کا رفع کرنا محال ہے، کیونکہ مجھے یہ بتانا پڑیگا کہ تم کون ہو، اور یہ قطعاً ناممکن ہے۔ زندگی کی سب سے مشکل پیچیدگی میں مبتلا ہوں، اگر تدبیر میں ذراسی بھی غلطی ہوئی تو تمہیں بڑے خطرے میں ڈال دونگا، مگر میں تمہیں بچانے کے لیے، روپیہ، اثر، قوت، جان، جو کچھ میرے پاس ہے سب خرچ کرونگا۔ مگر تم مجھے ذرا ہمت و جسارت دلاؤ۔

شگوفہ: (کانپ کر) کمال، میری طاقت و ہمت سے زیادہ مجھ سے توقع نہ رکھو۔ سوچو میں آخر عورت ہوں، طبعاً ایک کمزور اور ڈرپوک عورت، مجھ سے بہت ہوا، بہت ہوا، تو اتنا ہی ہوگا کہ ضبط کرکے، چیخ نہ ماروں، بے ہوش نہ ہوجاؤں بس تم مجھے اس وقت بھول جاؤ، میں اک بیمار کی طرح کونے میں جا پڑونگی، مگر کمال تم کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔ مجھے بچاؤ۔

(سڑک پر دیر سے عجب گڑبڑ ہے۔ اتنے میں شہ نشین کی شیشوں پر اک پتھر آکر

لگتا ہے۔ ساتھ ہی اک اور)

شگوفہ: (خوف سے آنکھیں نکلی ہوئی) یہ کیا؟ (کھڑکی کی طرف جانا چاہتی ہے، کمال منع کرتا ہے)

کمال: شگوفہ، کھڑکی کے قریب مت جانا۔

شگوفہ: (جانے کی کوشش کرتے ہوئے) میں دیکھنا چاہتی ہوں، سڑک پر یہ بھیڑ کیسی ہے؟

کمال: شگوفہ کہنا مانو، میں تم سے التجا کرتا ہوں۔

شگوفہ: میں دیکھنا سمجھنا چاہتی ہوں۔

کمال: تمہیں میرا حکم ماننا ہوگا۔

(کمال اُسے پیچھے کی طرف گھسیٹتا ہے۔ اتنے میں ایک شیشہ بڑی کھن کھناہٹ کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور اندر اک بڑا پتھر آ کر گرتا ہے۔ شگوفہ اک ہلکی چیخ مار کر ہٹتی ہے اور اپنا ہاتھ منھ پر رکھتی ہے۔ شیشے کے اک اُڑتے ہوئے ٹکڑے نے اُس کے ہونٹ کو زخمی کر دیا ہے)

کمال: (ہاتھ سے پکڑ کے) شگوفہ، کیا ہوا، کیا ہوا؟

شگوفہ: (ہونٹوں کے خون کو رومال سے پونچھ کر اور جیسے چیخ روک کر) کچھ نہیں،

اپنے کئے کی سزا بھگت رہی ہوں۔

کمال : (دیوانہ وار) کیا تمہیں، تمہارے ہونٹوں کو زخمی کر دیا؟ یہ خون میرے جسم سے نکل رہا ہے۔ آہ حرامزادے وحشی، دیکھو میں اس قطرۂ خون کا کس طرح بدلہ لیتا ہوں، (دیوار سے لگی ہوئی اک بندوق اٹھا کے، شہ نشیں کی طرف دوڑتا ہے)

شگوفہ : (کمال کا کوٹ پکڑ کر) کمال، مجھے، پہلے مجھے مار ڈالو۔

کمال : (ہٹا کر) پہلے وہ، پھر ہم۔

شگوفہ : میں التجا کرتی ہوں، میں اپنے زخمی ہونٹوں سے تمہارے پاؤں چومتی ہوں۔

کمال : (غصّہ سے اپنے تئیں چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے) مجھے چھوڑ دو۔

شگوفہ! اور نہ سہی تو کم سے کم ایک کو تو ڈھیر کر دوں (شدّتِ غصّہ و رنج سے رو کر) آہ! انھوں نے میری وجہ سے تمہیں زخمی کیا تم نے زخم کھایا۔

شگوفہ : کچھ پروا نہیں کمال، مگر مجھے جان بوجھ کر تو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اپنا وعدہ نہ بھولو۔ اپنی قوتِ قلب قایم رکھو، (دروازے کی گھنٹی بجتی ہے)

مریم : (دروازے کے پیچھے سے)..... معین بیگ آئے ہیں۔

کمال : شگوفہ، ایک منٹ مجھے اکیلا چھوڑ دو، شگوفہ۔ ایک منٹ کے لیے دبایا

دروازہ دکھاکے) تم ذرا اوپر چلی جاؤ۔

منظر: ۶

کمال، معین

(معین بک، نائب مدعی عمومی۔ کمال کا تنہا دوست۔ جوان مرد، جوشیلا نوجوان)

معین: (تیزی سے کمرے میں داخل ہوکر) کمال بھائی کیا ہو رہا ہے یہ ہمارے سر کیا بلا آئی ہے؟

کمال: (ناامیدانہ ہاتھ اُٹھاکر) کمال، تم عین وقت پر پہونچے، باہر کیا ہو رہا ہے؟

معین: دشمن تمہارے خلاف مظاہرہ کر رہے ہیں، سگ و خوک جمع ہوئے ہیں، مگر اب ختم ہو گیا۔ پولیس نے انھیں منتشر کر دیا (شیشیوں کے ٹکڑوں کو دیکھ کر) یعنی پتھر بھی پھینکے گئے؟

کمال: کچھ پروا نہیں۔ کچھ اور خبر ہے، معین؟ اس کے علاوہ کچھ اور سُنا؟

معین: آدھ گھنٹہ ہوا، مجھے واقعہ کی خبر ہوئی، سیدھا میں کپتان پولیس کے پاس گیا۔ اُس کے بعد والی سے ملا۔ پیارے کمال حالت خراب ہے۔ غالباً بہیرہ خانم کو ہم بچا نہ سکیں گے۔

کمال : (حیران ہو کر) ہیرہ کیسی؟ کیا فراری ملزمہ، ہیرہ ہے؟

معین : (متحیر) تمہاری مہمان ہیرہ خانم نہیں ہے؟

کمال : (قطعیت کے ساتھ) ہرگز نہیں۔

معین : پھر کون ہے؟

کمال : یہ میں تمہیں بھی نہیں بتا سکتا۔

معین : مگر کیا ہم اک دوسرے کے بھائی نہیں ہیں۔

کمال : یہ ناموس کا مسئلہ ہے۔

معین : میرے سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے بالتفصیل تمام واقعات معلوم کئے استنبول سے تار جو آیا ہے وہ خود پڑھا۔ مجھے تو اس میں ذرا سا بھی شبہ نہ رہا تھا کہ یہاں ہیرہ ہی ہے۔

کمال : تم نے کیا کیا تفصیلات معلوم کیں؟

معین : ہیرہ کے فرار کرنے کے بعد اُس کے کاغذات پڑھے گئے تو تمہارے بہت سے خطوط اُس کے نام نکلے۔

کمال : (گھبرا کر) کیا کہہ رہے ہو۔ (جس دروازے سے شگوفہ گئی تھی اُس کی طرف دیکھ کر) آہستہ آہستہ بات کرو۔

معین : ہاں، ان خطوں سے معلوم ہوا کہ کسی زمانے میں تمہارے بہیرہ کے ساتھ عاشقانہ تعلّقات تھے۔

کمال : غضب ہوگیا۔

معین : پولیس نے کڑی کے اس سلسلے کو ہاتھ میں لیکر معاملہ کی قدم بقدم تفتیش کی۔ معلوم ہوا کہ جس دن اُس نے فرار کیا، وہ وہی دن تھا جب کہ تم استنبول میں تھے۔ شبہ اس سے اور قوی ہوا۔ پھر معلوم ہوا کہ بہیرہ خانم، قاضی کوئی کے ایک گھر میں رہی، اُس کے بعد اُس رات جب کہ تم استنبول میں کوشک میں ٹھیرے ہوئے تھے، اُس نے تمہاری کوشک میں آکر پناہ لی۔

کمال : یہ عجب کمبخت اتفاقات ہیں۔ مُعین یقین مانو تم سے چھپانے کی کوئی وجہ نہیں۔ میرے گھر میں اس وقت جو خانم ہے، وہ بہیرہ نہیں ہے۔ اندراک بے قصور عورت ہے، جس کے نام، جس کی عزت کی حفاظت کرنی ہمیں لازم ہے۔

معین : انشاء اللہ ہم سب کوشش کرینگے، یقیناً کوشش کرینگے۔ اپنے اختیار بھر سب کچھ کریں گے۔ مگر مجھ سے راستے میں تحسین آفندی نے ایک نہایت پریشان کُن بات کہی تھی۔ اُس سے تم نے کسی خطرناک فیصلے کا ذکر کیا تھا؟ یہ بات جو اک بڑے ہیجان میں تمہاری زبان سے نکلی، مجھے یقین نہیں کہ . . . .

کمال: (سکون کے ساتھ) وہ فیصلہ قطعی ہے۔ اگر کوئی اور چارہ کار نہ ہاتھ آیا تو۔۔۔۔

معین: نہیں، نہیں کمال ایسی خطرناک، ایسی سخت باتیں نہ سوچو۔ والی معقول آدمی ہے۔ میرے والد سے اُن کے جو تعلقات ہیں اُس سے بھی واقف ہو، میں جاکر اُن سے عرض کرونگا۔ کم سے کم آج تو محاصرے سے زیادہ کوئی کارروائی تمہارے خلاف نہ ہونے دونگا۔ اور تمہارے جواب کے بعد، کوئی جبریہ کارروائی کرنے کی تو خود اُن کو ہمت نہ ہوگی۔ بہرحال، استنبول سے براہ راست حکم منگایا جائیگا۔ اور نہ سہی تو اس طریقے سے ایک دن کی مہلت تو ملیگی۔

کمال: مگر کل؟ کل تک اگر اصلی مجرم ہاتھ نہ آیا تو؟

معین: کل خدا مالک اور حافظ ہے۔ میں نے اپنی کوششیں شروع کر بھی دیں۔ تحسین آفندی سے ملاقات کے بعد، میرے خیال میں اک بات آئی تم نے ایک دفعہ کہا تھا کہ تمہارے ایک عزیز معاونِ مرکز قوماندان (ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس) مقرر ہوئے ہیں۔

کمال: کیا کہہ رہے ہو، معین اسے پھر زبان سے نہ نکالنا۔

معین: نہیں، کوئی مشکل پڑے، تو ہر وسیلہ سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ والی، تمہارے فیصلے کے بعد، ظاہر ہے کہ استنبول سے ہدایات طلب کریگا۔ یہ یقینی ہے۔ میں نے خیال

کیا کہ دو رشتہ داروں کے درمیان، یہ معاملہ آسانی سے طے ہو جائیگا۔

کمال: (جس کا چہرہ بالکل سفید پڑ گیا ہی) خبر دار کیا کرتے ہو۔

معین: میں نے شریف بک کو تار دیا ہی کہ اگر ایک بڑے حادثہ کو روکنا چاہتے ہیں، تو وہ فوراً یہاں آئیں۔

کمال: (چلّاکر) مُعین تم نے کیا کیا؟ اندر جو عورت ہے . . . آہ تم نے کیا ستم ڈھایا . . . تم اپنا ہاتھ ہمارے خون سے رنگنا چاہتے ہو۔

معین: یہ کیا کہہ رہے ہو . . . کیا اندر جو عورت ہی . . . . ؟

کمال: ہاں . . . دوڑو۔ تار واپس لو۔ جو ممکن ہو وہ کرو۔

معین: جو تدبیر کرتا ہوں وہ اُلٹی پڑتی ہی۔ خدا خیر کرے (گھبرا کر باہر جاتا ہی)

منظر: ۷

شگوفہ، کمال

کمال: (شگوفہ کو نڈھال و بے حرکت حالت میں دروازے کے قریب دیکھ کر، اُس کے پاس سیدھا جاتا ہی) شگوفہ، تم یہاں تھیں؟ تم نے سب گفتگو سُنی؟

شگوفہ: (اُسے قریب آنے سے روک کر، دل دوز طریقے سے) آہ ظالم، سفاک (لڑکھڑاتی

ہے اور گرنے کے قریب ہوتی ہے، کمال اُسے سہارا دینا چاہتا ہے، مگر شگوفہ اُس سے بچ کے پیچھے ہٹ جاتی ہے) میرے قریب مت آنا، بس قریب نہ آنا۔

کمال: (پریشان ہوکر) شگوفہ، میں تمہیں کس طرح سمجھاؤں، ایک . . .

شگوفہ: (تھکی ہوئی حالت میں، کرسی کا سہارا لے کر) بس، اتنا ہی کافی ہے۔ اب تم سے صرف اک عنایت کی طلب گار ہوں کہ مجھے اور دھوکا نہ دو۔

کمال: کیا کہتی ہو۔ مجھ سے شبہ کرتی ہو؟ میں یہ تمہاری زبان سے سُن رہا ہوں؟

شگوفہ: (گویا خود اپنے سے شکایت کرتی ہے) کیا ستم ہے، میرے خدا کیا ستم ہے۔ کمال، اپنے کئے کی خود داد دے رہے ہو گے، کہ خوب دھوکہ دیا، یہ کم کامیابی نہیں ہے، ایک عورت کو اُس کی زندگی سے علیحدہ کرکے، اُسے رُلانا۔ اُسے اپنے گھر، اپنی اولاد، اپنے خاوند کا دشمن کر دینا، پھر باتوں میں پھسلا کے، اُسے اپنے گھر لے آنا . . . یہ تمہاری فتوحات کم نہیں . . .

کمال: بے انصاف نہ ہو، شگوفہ۔ غصہ اور نا اُمیدی تم سے نہ کہنے والی باتیں کہلا رہی ہے . . . یہ نہیں، کہ تمہارے حق میں میں بے قصور ہوں، لیکن میرا عشق . . .

شگوفہ: ہاں تمہارا عشق، تمہارا عشق میرے ساتھ، تمہارا عشق بہیرہ خانم کے ساتھ اور نہ معلوم کے سو دوسری بدبخت عورتوں کے ساتھ تمہارا عشق۔ کمال بک . . .

میں اسی کی مستحق تھی۔ میں اپنی جزا کو پہونچ گئی۔

کمال : شگوفہ، یہ نہ کہو، ہیرہ اور مجھ میں چھ سال قبل تعلق ہو گیا تھا، اس سے میں انکار نہیں کرتا۔ مگر بے انصافی نہ کرو۔ کون نوجوان مرد ہے جس کی زندگی میں ایسے واقعے نہیں ہوتے؛ مگر میرے تمہارے رابطے سے اُس کو کیا نسبت۔ وہ نوجوانی کا اک گناہ تھا کہ . . .

شگوفہ : (بات کاٹ کر، اُس کی سزا بیچاری شگوفہ بھگتے۔ مگر ہم دونوں خوش قسمت ہیں، میں تو اس لیے کہ میرا خاوند مجھے مار ڈالے گا، تم اس لیے کہ مجھ سے چھٹکارا پاؤگے۔ تمہاری کتنی بڑی کامیابی ہے۔ (گہری نفرت کے ساتھ، کمال بک، سوچو، تمہاری کتنی زبردست کامیابی ہے۔ کس قدر شاندار! میرا خاوند، اُس غرور کے ساتھ، جو اپنا فرضِ منصبی ادا کرنے والے آدمی کو ہوتا ہے، اپنا سر اونچا کئے ہوئے مفتخرانہ نظریں ڈالتا ہوا، تمہاری آشنا کو گرفتار کرنے کے لئے آئیگا؛ تم اُس کے غرور سے بھی بڑھ کر غرور کے انداز سے: "میری معشوقہ، میری آشنا کو گرفتار کرنے آئے ہو، لو" کہہ کے، اُس بدبخت کی بیوی کو اُس کے سامنے لا ڈالو گے (شگوفہ کا ہیجان بڑھتا جاتا ہے)۔ اور اس میں تمہاری نہ معلوم کیا کیا اُمیدیں پنہاں ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ سب کچھ پہلے سے سوچ سمجھ کر کیا گیا ہے . . .

کمال: (اپنے ہاتھ بڑھا کر) شگوفہ!

شگوفہ: (وحشیانہ) ہاں، پہلے سے یہ ترکیب کی گئی ہوگی۔ تم سے کیا بعید ہے! کچھ بعید نہیں، کہ مجھے گرفتار کرا کے، اُس دوسری کا تمھارے پاس آنے کا راستہ صاف کر دیا جائے۔

کمال: (زیادہ قوّت کے ساتھ ملتجیانہ لہجے میں) شگوفہ، اک ذرّہ برابر تو انصاف کرو

شگوفہ: (اُسی اصرار سے) میرے خاوند سے یہ کہا جائیگا، "تمھاری عورت، میرے ہاتھ میں ہے۔ ہیرہ کو چھوڑ دو"!

کمال: (زخم خوردہ آدمی کی طرح) بس کرو شگوفہ! میرے جگر میں اک کونہ بھی نہ چھوڑا جہاں تم نے کچوکے نہ لگائے ہوں۔ تم دیکھو گی کہ میں اپنے خون سے تمھاری بے انصافی ثابت کر دوں گا۔

شگوفہ: (اوپر کے کمرے کی طرف اشارہ کرکے، دروازے کی جانب جاتے ہوئے) میں کل تک کے لئے، اُس تنہا کمرے میں اپنے تئیں بند کرتی ہوں۔ اپنی زندگی کی آخری رات، اپنے بچوں، اور اپنی والدہ کے تصور میں گزارونگی۔

کمال: (ہاتھوں کو بڑھا کے) شگوفہ!

شگوفہ: ہاں پہلی دفعہ، اپنے دل کو تمھارے خیال سے لگہ دار نہ کرونگی۔

کمال: (اپنے ہاتھوں سے اپنے موٗنھ کو چھپا کر) آہ!

(پردہ گرتا ہے)

پردۂ سوم

(وہی کمرہ ... دوسرا دن، قریبِ مغرب)

منظر: ۱

کمال، مُعین، مریم

(کمال مصروفِ خیال، سگرٹ پی رہا ہے اور کچھ لکھ رہا ہے)

مریم: (دا ہنے دروازے سے معین کی پزیرائی کرکے) آیئے تشریف لائیے، بک آفندی

(مریم جاتی ہے)

کمال: (بغیر سر پھرائے) آگئے، معین؟ وہ اُمید بھی پوری نہ ہوئی، کیوں؟

(معین مایوسانہ اشارہ کرتا ہے کمال باوجودیکہ اُس کے پیچھے اندھیرا ہے، گویا اُس نے اس اشارے کو دیکھ لیا، سکون و خاموشی سے لفافہ بند کرتا ہے) میں پہلے ہی جانتا تھا، مگر کوئی وسیلہ باقی نہ چھوڑنا چاہیئے تھا۔

معین : (مضطربانہ) کمال، میں نے کتنی جد وجہد کی، سب دوستوں نے کوشش کی، مگر کچھ نہ ہوا۔

کمال : کل جو فرار کے انتظام کے متعلق تصفیہ ہوا تھا، اُس سے صرفِ نظر نہ کرنی چاہیئے تھی۔

معین : اس میں کامیابی کی اُمید سَو میں ایک بھی نہ تھی۔ پیارے کمال، کہتے ہیں کہ دُنیا میں پیسہ سب کچھ کرا دیتا ہے مگر ایسا بھی ہوتا ہے کہ پیسہ کچھ بھی نہیں کرا سکتا۔

کمال : (کچھ اور سوچ کر، بے پروائی سے) ہاں صحیح ہے، ہو سکتا ہے۔

معین : میں سمجھتا تھا، تم عجب اضطراب کے عالم میں ہو گے سچ تو یوں ہے کہ مجھے اُمید نہ تھی کہ تم اس خبر کو ایسے سکون سے سنو گے۔

کمال : انسان کا سارا اضطراب و پریشانی، اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ قطعی فیصلہ نہیں کر سکتا؛ نا اُمیدی پریشانی کا باعث کبھی نہیں ہوئی، مجبوریت کتنی ہی تلخ ہو، اُسے قبول کر لینے کے بعد، طبیعت میں ایک عجیب سکون و توکّل پیدا ہو جاتا ہے۔ تم سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ تم مجھے جانتے پہچانتے ہو، اگر کوئی خطرہ ہوتا جس سے صرف میری ذات پر اثر پڑتا تو میں اتنا پریشان نہ ہوتا . . .

معین : بے شک، بے شک۔

کمال: میں بچوں کی طرح نہیں ہوں، جو جان بچانے کے لیے ہر چیز سے خوف کھاتے ہیں

معین: بالکل صحیح ہے، مگر اک محبوب عورت کا پاؤں درمیان میں ہے۔

کمال: (آنکھیں نیچی کر کے، غمگین طریقہ سے) ہاں یہی واقعہ تو میری کمر توڑ رہا ہے۔ کل رات سے جو میں اتنی کوششیں کر رہا ہوں، اور کر رہا ہوں، دلیلیں اٹھا اٹھا کر سفارشیں کرا رہا ہوں، واسطے دلوا رہا ہوں سب اسی وجہ سے ہے (تھوڑی سی خاموشی)

معین: (ڈر ڈر کے) تم نے ابھی اک فیصلہ کا ذکر کیا تھا۔ کوئی اچھا فیصلہ ہے؟

کمال: اچھا برا تو میں جانتا نہیں، مگر ضروری فیصلہ ہے، میرے دل و دماغ، دونوں نے مجھے وہی راستہ بتایا ہے معین، سنو (اس کی آنکھ سے آنکھ نہ ملا کر، مگر اس کے کوٹ کے بٹن سے کھیلتے ہوئے) تم سے میں اک آخری خدمت چاہتا ہوں

معین: (ہچکچا کے) آخری خدمت؟ یہ کیا؟ آخر کس لیے؟

کمال: تم جانتے ہو۔ ڈاک کا جہاز آگیا ہے۔ شریف بک اس میں ضرور ہوگا۔ میں خود اس سے ملنا چاہتا ہوں۔

معین۔ کیا کہہ رہے ہو کمال؟ حالات سے واقف ہو کر، میں کس طرح تمہارا اور اس کا مقابلہ کرا سکتا ہوں۔ یہ کسی طرح مجھ سے ممکن نہیں، اور پھر غضب یہ ہوا کہ اس معاملہ میں نادانستہ، سب سے زیادہ خرابی میں نے کی۔ اب مجھ پر یہی لازم ہے کہ

میں اُس کی درستی کروں، تمہاری طرف سے میں اُس سے جا کر ملونگا میں اُسے یقین دلانے کی کوشش کروں گا کہ جو خانم تمہارے گھر میں مہمان ہے، وہ بہیرہ خانم نہیں ہے۔

کمال: کیا بچّوں کی سی باتیں ہیں۔

معین: اگر وہ کسی طرح نہ مانا، تو پھر ساری کیفیت من و عن اُسے بتا دی جائیگی۔ شاید وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے ہی پر اکتفا کرے۔ یا تم سے، تم دونوں سے ملنا چاہے، اُس وقت میں اُس سے کہہ دونگا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔

کمال: (نہایت قوت کے ساتھ) یہ ایک مسئلۂ ناموس ہے، جس میں ہم دونوں کا تعلق ہے۔ تمہیں اس میں مداخلت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

معین: مگر کمال، تم سیدھے ہلاکت کی طرف جا رہے ہو۔ خاص کر، جب کہ تم خود شریف بک کے ہاتھ میں اک حق قانونی بھی دے رہے ہو۔

کمال: شریف اُن آدمیوں میں سے نہیں ہے جو اس سے فائدہ اُٹھائے۔ معین سُنو، میں نے ہر بات سوچ لی ہے۔ شریف بک سے مقابلہ نہ کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے یعنی یہ کہ میں اندر والی کو، قبل اس کے کہ شریف بک، یہاں آئے، پولیس کے حوالہ کر دوں۔ مگر کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟ میں اُسے چاہتا بھی نہ ہوتا، تو بھی کیا میں

اک باعزت آدمی کی حیثیت سے، ایسی کمینہ حرکت کر سکتا تھا؟ بس، ایسی حالت میں، یہ لازم ہے کہ شریف بک کا اور میرا مقابلہ ہو، ہم اک دوسرے سے ملیں۔ میں اُس سے اک مرتبہ خود کہنا چاہتا ہوں کہ میرے گھر میں جو خانم ہے، وہ بہیرہ نہیں ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ وہ اس بات پر ذرا سا بھی یقین نہ کریگا۔ ظاہر حالات، اس قدر میرے بیان کے مخالف ہیں۔ شریف بک، یقیناً یہی کہیگا کہ وہ اپنا فرضِ منصبی ادا کرنا چاہتا ہے، یا خود، یا اپنے ماتحتوں کے ذریعہ سے اُس عورت کو گرفتار کرنا چاہتا ہے۔ معین، اُس وقت میں اسلحہ سے مقابلہ کرونگا (معین کے چونکنے پر) اطمینان رکھو، کسی کو نقصان پہونچانے، کسی کو مارنے کی غرض سے نہیں، بہت کیا، بہت کیا، تو شروع میں ہوا میں چند فیر کردونگا مگر اصل میں اسلحہ اپنے اوپر ہی استعمال کرونگا، تاکہ میں اس فاجعہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں؟ سمجھے

معین: (اک آخری اُمید سے مستفید ہو کر) مگر وہ بیچاری؟ تم اپنے تئیں ہلاک کرکے، اُسے کس مصیبت میں ڈال دوگے۔

کمال: (سکون کے ساتھ) سچ ہے۔ مگر جب کہ (انگلی سے اپنی کنپٹی دکھا کر) یہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے، پھر انسان کے دماغ میں، اُسے تکلیف دینے والی، کوئی بات نہیں

رہ جاتی۔ (تلخ ہنسی ہنس کر) اور معین، خون، تمام خطاؤں کا کفّارہ ہے۔

معین: یہ ناممکن ہے، میں نہیں ہونے دونگا۔

کمال: (مسکرا کر، اور اپنی ٹوپی اُس کے چہرے پر آہستہ آہستہ مار کر) بچّے مت بنو، معین، اس اضطراب کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم مجھے جانتے ہو، میں اپنے فیصلے سے پلٹنے والا نہیں۔ میں تم سے جو خواہش رکھتا ہوں، وہ صرف اتنی ہے۔ کل صبح سویرے، تم استنبول جانا، قبل اس کے کہ تار وغیرہ پہونچیں، تم میرے گھر جانا، میری بھائی اور والدہ کو اس خبر سُننے کے لیے تیار کرنا۔ پہلے کہنا کہ میں زخمی ہوں۔ پندرہ سال قبل، میرے پاشا والد کی خبر بھی اسی طرح دی گئی تھی۔ اس کے بعد (کسل مند طریقے سے) اس کے بعد جو چاہتا کرنا، تمہیں اختیار دیتا ہوں جو مناسب ہو، وہ کرنا۔ میں نے اپنے ذاتی معاملات سب مکمّل کر دیئے ہیں۔ جو ضرورت ہو، وہ اس لفافے میں سب ملیگا۔ کل ظاہر ہے، (تلخی آمیز مسکراہٹ کیساتھ) تم میری شادی میں تو شریک نہ ہو سکوگے۔ اس کا انتظام ضرور کرنا آتی بابا میں چناروں کے نیچے، اک تنہا ویران قبرستان ہے۔ بس وہاں، اک کونے میں

(معین اپنے تئیں ضبط نہیں کر سکتا، کمال کے گلے سے لپٹ جاتا ہے، کمال اُس کے بالوں سے کھیلتا ہے)

معین تم بچے ہو۔ ہاں اک اور بات، کہیں اس خیال سے کہ مجھے چھڑاؤ، کوئی ایسی ویسی کوشش مت کرنا اپنے فعل کا میں مختار ہوں آؤ اب رخصت ہوں، (ہاتھ ملاتا ہے، معین آنکھوں پر رومال رکھے ہوئے باہر جاتا ہے)

منظر : ۲

کمال، مریم

کمال : (معین جس دروازے سے باہر گیا، مریم کو وہاں آہستہ آہستہ روتے ہوئے دیکھکر) مریم رو رہی ہو؟ کیا تم وہاں کھڑی تھیں؟

مریم : معین بک کو روتا ہوا جاتے دیکھا، میں اپنے تئیں بھی ضبط نہ کرسکی، آہ بک آفندی! ہمارا کیا حال ہوگا؟

کمال : انشاء اللہ سب اچھا ہوگا۔

مریم : انشاء اللہ، انشاء اللہ۔

کمال : تم شگوفہ، خانم کے پاس گئی تھیں؟ کیا کر رہی ہیں؟

مریم : وہی کل شام کی طرح: موتھ بند کئے بیٹھی ہیں، زبان سے اک حرف نہیں نکالتیں۔ آہ ابھی نوجوان ہی ہے، عمر ہی کیا ہے۔ میں نے کتنی کوشش کی مگر

اک چمچہ دودھ تک نہیں پیا، کئی دفعہ میں نے آپ کا نام لینا چاہا، مگر ڈر کے مارے نہیں لیا۔

منظر: ۳

کمال، شگوفہ

(دروازہ کھلتا ہے، شگوفہ خستہ و آشفتہ حالت میں خاموش خاموش اندر آتی ہے، مریم باہر چلی جاتی ہے)

کمال: (کانپ کر) تمہیں کیا ہوگیا، شگوفہ؟ اک رات میں کیا سے کیا ہوگئیں۔

(شگوفہ بے حال ہو کر، اک کرسی پر گر پڑتی ہے، کمال کو قریب جانے کی ہمت نہیں ہوتی)

شگوفہ: ڈاک کا جہاز آگیا، اس کی سیٹی کی آواز میں نے سنی۔ اب وہ جہاں کہیں بھی ہوگا یہاں ضرور آئیگا۔

کمال: (سر جھکا کر، ایک مجرم کی طرح آہستہ آہستہ) کل رات سے، میں نے اپنی زندگی، اپنا استقبال، اپنی حیثیت سب ہی تو اس کش مکش کے پلڑے میں ڈال دیئے، میں نے اپنی پوری قوت صرف کردی۔ ایک انسان سے جس قدر ممکن ہوسکتا

ہے، وہ کیا۔

شگوفہ : مگر کچھ نہ ہوا، کیوں، میں جانتی ہوں۔

کمال : (ایک آخری کوشش کے ساتھ) مگر یہ نہ خیال کرنا چاہیئے، کہ ساری اُمیدیں منقطع ہو گئیں۔ ذرا تحمل کی ہمت کرو، میں اک آخری کوشش اور کرونگا۔

شگوفہ : (ایک تھکن کی مسکراہٹ کے ساتھ، اپنا سر کرسی کے ٹیک پر رکھ کر) سب بے فائدہ ہے۔ میں اب اس قدر نڈھال و نا اُمید ہوں کہ اب مجھ میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ میں تم سے کہوں "نہ کرو"، کمال یک، کرے سے نیچے میں اس لیے آ ہی ہوں کہ یہاں بیٹھ کر اُس کا انتظار کرونگی۔ تم یہاں سے ہٹ جاؤ۔ پہلا منہ جو وہ دیکھے، وہ میرا ہو، شریف کے سامنے ہونا، اور اُس حیرت کا مقابلہ کرنا جو مجھے یہاں دیکھ کے اُسے ہو گی، سخت مشکل ہو گا۔ مگر یہ بھی گزر ہی جائیگا۔

کمال : شگوفہ، تم اس کی کیسے ہمت کر رہی ہو۔

شگوفہ : کل ممکن نہ تھا؛ مگر آج ایک رات میں مجھ میں وہ تبدّل واقع ہوا ہے۔ ہاں میں اُس کے سامنے ہونگی اور اپنا سر اُس کے قدموں پر رکھونگی۔ وہ ممکن ہے اُسے ٹھکرائے یا شاید . . .

کمال : (مجنونانہ ہیجان سے) تو اس طرح قربانی کی بھیڑ کی طرح، جس کے گلے میں

رسّی پڑی ہوا ور آنکھوں پر پٹّی باندہ دی گئی ہو، اپنی قسمت کا انتظار کرو گی۔
شگوفہ: کیا کروں میری پیشانی کا لکھا سامنے آرہا ہے۔ جب کہ میں اُس کی بیوی ہوں، جب کہ یہ خیال کیا جارہا ہے کہ میں نے اُس کے ساتھ دغا کی۔
کمال: بچّہ ہو، الٰہی اب تک بالکل بچّہ ہی رہی۔ کیا تم خیال کرتی ہو کہ میں جب تک زندہ ہوں کوئی تم پر ہاتھ اُٹھا سکتا ہے۔
شگوفہ: (ایک قلبی ندامت کے ساتھ) تم میرے کون ہو؟
کمال: شگوفہ، اس قدر ظالم مت ہو، ذرا صبر کرو۔ صرف آدہ گھنٹہ صبر کرو، اس وقت تم خود اپنا خیال تبدیل کردو گی۔ مگر اس وقت ضد نہ کرو للہ اوپر جاؤ۔
شگوفہ: نہیں، یہیں رہونگی، اور یہیں اُس کا انتظار کرونگی۔
کمال: یہ بات ہے تو میں باہر جاؤنگا، میرا اور اُس کا حساب کتاب باہر ہی ہوگا۔
شگوفہ: ٹھیرو کمال، میں نے تمہارے لیے کیا کچھ برداشت نہیں کیا۔ کیا تم میری خاطر سے اتنا بھی منظور نہیں کرسکتے۔ اپنے خاوند سے، سب سے پہلے میں ملنا چاہتی ہوں
(ایک گاڑی آکر دروازہ پر رُکتی ہے، دروازے کی گھنٹی بجتی ہے)
شگوفہ: (کھڑکی کی طرف دوڑ کے جاتی ہے، پھر ایک بچّے کی گھبراہٹ سے) آگیا، آگیا۔ کمال مجھے تنہا نہ چھوڑنا دروازہ بند کردو۔ پولیس کو بلاؤ۔ اُسے روکیں وہ

مجھے مار ڈالیگا۔ (کمال کا ہاتھ پکڑ کے بیہوش ہو جاتی ہے اور گر پڑتی ہے)

کمال: (شگوفہ کو اُٹھا کے، بائیں طرف کے کمرہ میں لے جاتا ہے) خدا خیر کرے۔

منظر ۴

تحسین آفندی، شریف بک اُس کے بعد کمال

تحسین آفندی: (مریم سے) مفتش بک کو خبر کرو (مریم بائیں طرف جاتی ہے) ہین باشی بک (کرنل صاحب) آپ ہی اس کی کوئی معقول تدبیر نکالیے۔ کچھ بھی ہو، پھر آخر آپ دونوں رشتہ دار ہیں ۔ ۔ ۔ آپ ہی اس قدر اصرار نہ کریں۔ کیسا اچھا نوجوان ہے۔ یوں ضدم ضدا میں تو ۔ ۔ ۔

شریف بک: تو پیسر آفندی، مجھے آپ یہاں تنہا چھوڑ دیجئے، آپ جائیے۔

(تحسین باہر جاتا ہے، کمال داخل ہوتا ہے، کمال اور شریف دونوں دُور سے ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں)

شریف: ایک نہایت افسوس ناک موقع پڑا اور سرکاری کام پر تمہارے ہاں آنے کا مجھے خود افسوس ہے مگر تم خود اس کا صحیح طور پر اندازہ کر سکو گے۔ تمھارے ایک دوست نے کل مجھے تار دیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں خود تمھارے پاس آؤں۔

کمال: (ہونٹ بالکل سفید ہیں، مگر پھر بھی بے پروایانہ انداز کی کوشش کرکے، غرور کے ساتھ) جس کسی نے وہ تار بھیجا دیا، میرے اطلاع و علم کے بغیر دیا۔ مجھ میں اتنی خودداری کا احساس باقی ہے کہ ایسے معاملے میں، میں رشتہ داری کا فائدہ نہیں اُٹھاؤنگا۔

شریف: مجھے خود یہ یقین تھا (زیادہ تیزی مگر زیادہ برودت کے ساتھ) بہیرہ خانم، جس پر ایک قتل کی کوشش کی سازش میں شریک ہونے کا الزام ہے اور جو آپ کے ہاں پناہ گزیں ہے، بحکم سرکار گرفتار کی جائیگی آپ پر بھی یہ جرم عاید ہوتا ہے کہ آپ نے ایک فراری کو مدد دی، آپ پر بھی مقدمہ چلایا جائیگا گو آپ حراست میں نہیں لیے جائیں گے۔

کمال: میں کہتا ہوں کہ میرے گھر میں جو خانم ہے، وہ بہیرہ نہیں ہے۔

شریف: بحیثیت انسان کے، میں آپ کے اس کوشش اور بیان کو حق بجانب سمجھتا ہوں لیکن اک ملازم سرکار کی حیثیت سے، جس کے سپرد ایک ڈیوٹی کی گئی ہے، میں آپ کے بیان کو غلط سمجھنے کے لیے مجبور ہوں۔

کمال: شریف، میں اپنی عزت و آبرو کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو عورت میرے گھر میں ہے وہ بہیرہ نہیں ہے۔ (یہ دیکھ کر کہ اُس کی نظروں سے، ظاہر ہوتا ہے کہ

اُس نے ذرا بھی یقین نہیں کیا) آپ نہیں سمجھتے، نہیں یقین کرتے، اور نہ یقین کرینگے۔
بے فائدہ، سب کوشش بے فائدہ ہی۔ مگر معاون بک، میں آپ کو اطلاع دیتا
ہوں کہ آپ کے سپرد نہ کرونگا۔

شریف: میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ ایسی حالت میں میں اپنا فرض آپکے
خلاف جبراً ادا کرونگا۔ میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں۔

کمال: جیسا چاہیئے کیجیئے، جو چاہیئے کیجیئے (کواڑ بند کرکے) میں اسلحہ کے ذریعہ
سے مقابلہ کرونگا۔

شریف: (غصے اور سختی سے) یہ کیا؟ آپ کو خبر ہی، یہ حکومت سے سرتابی ہی،
(نرمی سے) آپ جو اپنی زبان سے کہہ رہے ہیں، اس پر غور کیجیئے۔ آپ کی ذات
آپ کے متوسلین و متعلقین سے مجھے کوئی غرض نہیں ہی، میں یہ فرض کئے لیتا
ہوں کہ میں نے آپ کی زبان سے وہ فقرہ نہیں سُنا۔ وہ خطرناک مجرمانہ
فقرے میں بھولے جاتا ہوں۔

کمال: (ڈٹ کے) میں اُن فقروں کو دوبارہ کہتا ہوں۔ اس کے سوا اب
کوئی جواب، اور کوئی بات رہ نہیں گئی۔ میں اس گھر کی حفاظت اسلحہ سے کرونگا۔
ہاں، آپ میرے گھر کو بم کے گولے سے اُڑا سکتے ہیں۔ یہ ممکن ہے، مگر مجھے قتل

کیئے بغیر اس دروازہ میں سے داخل ہونا ناممکن ہے۔

شریف: بہت خوب! مگر یاد رہے آپ کی اس حرکت کا کوئی نتیجہ نہیں، اور نہ
کوئی اس کی تعریف کریگا۔ یہ موت حرام ہوگی۔ یہ بھی کیا مغرورانہ ہٹ ہے۔ خود
سوچو، کسی اجنبی آدمی کی طرح جو اس ملک و حکومت کا دشمن ہو، اپنے سپاہیوں
اپنے بھائیوں سے مقابلہ!

کمال: شریف، یہ ایک ضروری ہابیل و قابیل کی لڑائی ہے۔ ایک مقابلہ
ہابیل و قابیل۔ اشد ضروری اور لازم۔ اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار ہی نہیں۔

شریف: نہیں، یہ اس کی طرح ہرگز نہیں۔ اُن کی لڑائی کا سبب معقول تھا، ان
کے درمیان، محبت و رشک کا معاملہ تھا۔ اگر ہم بھی ایسی ہی حالت میں ہوتے،
تو میں سمجھ سکتا تھا۔ آپ کی حرکت کو ٹھیک خیال کرتا، اگر ہم رقیب ہوتے جو عورت
اندر ہے، اُسے اگر ہم دونوں چاہتے ہوتے اگر ہم اک دوسرے کا خون بہاتے
تو اک حد تک جائز ہوتا، مگر میں اک سرکاری نوکر ،صرف قانون اجرا کرنے
والے کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں، آپ اک شخص ہیں جو محض غرور و نخوت
کی بنا پر چلے قانون و حکومت کا مقابلہ کرنے۔ ایسی حالت میں، آپ کی حرکت،
اک مجنونانہ خطرناک حرکت کے سوا کچھ نہیں۔

کمال: (اپنا ریوالور نکال کر) اب میرے پاس الفاظ نہیں صرف یہ ہے۔
شریف: تم پاگل ہو گئے ہو، میں تمہیں گرفتار کراؤں گا (آوازسے) او بیاشی (جمعدار) (بکایک جُھک کے دیکھتا ہے) یہ کیا؟ یہ عورت کہاں سے آئی، جبراً اندر آنا چاہتی ہے۔
مُعلّا کی آواز: مجھے اندر جانے دو، جانے دو۔
کمال: (کھڑکی کی طرف دوڑ کر) یہ تو معلّا کی آواز ہے، بہن؟
شریف: ہاں مُعلّا خانم۔ یہ عجیب بات ہے، یہ کہاں (کھڑکی میں سے) انھیں اندر آنے دو۔
(کمال اک وقفہ حیرت کے بعد، دروازے کی طرف جانا چاہتا ہے کہ اتنے میں مُعلّا خود داخل ہوتی ہے، پریشان حال، نقاب پکڑے ہوئی، مٹی میں اٹی ہوئی)

منظر: ۵

مُعلّا، شریف، کمال

مُعلّا: (چلّا کر) بھائی جان (کمال کے گلے سے لپٹ کے) کیا ہوا، سب بتایئے۔
کمال: (رُک رُک کے) مُعلّا، بیٹی، تم کہاں سے آگئیں؟
شریف: عجب اتفاق ہے، تم خوب آئیں، ٹھیک وقت پر پہونچیں۔ تمہارا بھائی

قانون شکنی کر رہا ہے۔

معلّا: قانون، میرے بھائی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ شریف بک، میرے بھائی نے قانون کے خلاف کچھ نہیں کیا۔

شریف: اندر اک مجرم ہے۔

مُعلّا: مجرم اندر نہیں ہے۔ میں اُسے آپکے حوالے کرنے آئی ہوں۔

شریف: کیا کہتی ہو، معلّا خانم۔

معلّا: ہاں، میں اُسے آپکے حوالے کرنے آئی ہوں۔ مجرم میں ہوں، شریف بک، میں...

شریف: شدّتِ تاثر سے آپ کے خیالات و حواس پریشان ہو گئے ہیں (کمال سے، جو حیران نظروں سے دیکھ رہا ہے) اس لڑکی کا حال دیکھ کے بھی تم پر اثر نہیں ہوتا، دیکھو اس کا کیا حال ہو گیا۔ تمہاری وجہ سے دیوانوں کی سی باتیں کرنی لگی

مُعلّا: نہیں، شریف بک؛ مجرم میں ہی ہوں (ہاتھ کا ایک چھوٹا بیگ پھینک کے) آپ کو جتنا ثبوت درکار ہے، اس میں ملیگا۔ میرے بھائی جان کا اس معاملہ میں مطلق دخل نہیں، وہ بالکل بے قصور ہیں۔ ہیرہ میرے پاس پناہ گزین ہوئی تھی

شریف: یہ کیسے؟ (کاغذوں پر نظر ڈال کر) ہاں، درست ہے۔ اب وہ کہاں ہے؟

مُعلا: آج صبح اٹلی کے ایک جہاز پر سوار ہو کر یہاں سے بھاگ گئی۔ مگر اُس کے

لیے تمام کارروائی میں نے کی، لوگوں سے ملی، پاسپورٹ وغیرہ حاصل کیا غرض کہ سب میں نے اُس کے لیے کیا۔ اِن کاغذات میں آپ کو ساری تفصیلات مل جائینگی

شریف: (کاغذوں کو پڑھکر) مُعلّا خانم، یہ کیا کیا؟ اس عمر میں، کہ ابھی تمہیں بچّی ہی کہا جا سکتا ہے، اک کم عمر لڑکی، ایسے داغ دار کاموں میں شریک ہوا بہت افسوس ہے۔ تم نے نہایت قابلِ اعتراض کام کیا، اور مجھے عجب مشکل میں ڈال دیا۔

معلّا: داغ دار، یا بے داغ تو میں جانتی نہیں۔ اتنا جانتی ہوں، کہ ایک رات، آدھی رات اک بیچاری عاجز و بے کس عورت میرے گھر آئی۔ اس بے یار و مددگار عورت کا، چند بندوقوں سے مسلّح، خوفناک و سخت گیر لوگ، اس طرح پیچھا کر رہے تھے جیسے کسی زخمی بلّی کے کوئی پیچھے دوڑے۔ وہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی "اس بڑے شہر میں، سوائے تیرے، سوائے اس سترہ برس کی لڑکی کے کوئی نہیں جو میری حمایت کرے۔ ایک دل نہیں جو مجھے قبول کرے۔ مجھے پناہ دے۔" اور "پھر یہ ہی نہیں، ہیرہ، وہ ہیرہ جسے میں نے بچپن سے باجی کہا، اور باجی کی طرح چاہا، اُس کی بُری حرکتوں کے باوجود اُس نے مجھے اور میں نے اُسے پیار کیا۔ وہ ہیرہ ایسے وقت میں میرے پاس آئی۔ میرے دل نے حکم دیا، اور میں نے اُسے پناہ دی۔"

شریف: ہر جگہ دل ہی کے قصے ہیں۔ ہر جگہ یہی ترانہ ہے۔ ہر مقام پر اسی کی حکمرانی ہے۔ معلّا خانم تم نے مجھے بڑی مشکل میں ڈال دیا۔ اور اب جو کچھ ہوگا اس کی ذمہ دار خود تم ہوگی۔ بہیرہ خانم کے کیے کو تمہیں بھگتنا ہوگا۔ شریف بک میں تھوڑا سا تردد و قلبی کش مکش، اُس کے بعد خاموشی۔ بعد ازاں ندامت و شرمندگی کے ساتھ) اچھا یہ کاغذات میرے ہی پاس چھوڑ دو۔ کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا (مسکرا کر) میں اپنے فعل سے اپنے اُس رات کے قول کو جھٹلا رہا ہوں جس کا خود مجھے افسوس ہے۔ مگر معلّا خانم! اُسے نہ بھولیے میں نے یہ صرف آپ کی خاطر کیا ہے۔

معلّا: آپ کی عنایت سے مجھے اس کی توقع تھی، شریف بک!

شریف: اب رہے کمال بک اس غلط فہمی سے آپ کو جو تکلیف پہونچی اس کا مجھے بہت قلق ہے۔ مگر واقعات کی جو شکل تھی اس کی جو شکل تھی اس میں آپ خود مانیں گے کہ میں اس کے سوا جو میں نے کیا اور کچھ نہ کر سکتا تھا۔

کمال: (پریشانی کے ساتھ) بے شک، بے شک!

شریف: آپ کی جواں مردی کی تعریف نہ کرنا ظلم ہوگا۔ لیکن سرکاری سپاہیوں کا مقابلہ کرنا گو وہ ایک منٹ کے لیے ہی ہو آپ ہی سوچیے کہاں تک مناسب تھا۔

کمال: (کچھ غصّہ اور کچھ گسلمند طریقے سے) میں نے کسی پر تجاوز اور حملہ کا ارادہ

نہیں کیا، میں صرف اپنی جان لینا چاہتا تھا، بس اس قدر،

شریف: (کمال کی رکاوٹ کے باوجود اس کا ہاتھ جوش سے بھینچ کر) کمال بک!

تم فوج میں کیوں نہ داخل ہوئے، اچھا میں جاتا ہوں۔ خدا حافظ

معلا: یہ ہرگز ممکن نہیں۔ آج کی رات ہم تمہیں جانے نہیں دینگے۔

شریف: نہیں نہیں، آپ لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ اگر میں کل چلا نہ گیا، تو پھر

انشاءاللہ آؤنگا۔

معلا: نہیں نہیں، دیکھئے کمال بک بھی تو اصرار کر رہے ہیں۔ کیوں کمال بک؟

کمال: (تھوڑا سا رک کر) بے شک بے شک

شریف: تو پھر تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیجئے، ایک گھنٹہ بھر کے لیئے والی سے

ملنا ضروری ہے۔ استنبول کو تار بھیجنا ہے، آہ، معلا خانم آپ نے بھی مجھے خوب ڈرایا

خدا خیر کرے، اب کوئی بات اُلٹی نہ ہو جائے۔

معلا: (دروازہ تک مشایعت کرکے) ضرور آئیے گا ہم آپ کا انتظار کرینگے۔

(دونوں بھائی بہن اکیلے رہ جاتے ہیں)

منظر: ۶

کمال، معلّا

کمال: معلّا تم نے شریف بک کو کیوں روکا؟

معلا: یہی لازم تھا، تم خود بعد میں سمجھ جاؤ گے۔

کمال: (سر جھکا کر متردّدانہ طریقہ سے) معلّا، تم یہاں اک ذرا ٹھیر سکتی ہو، صرف دو تین منٹ۔

معلّا: (شرمندگی کے ساتھ) میں بھی بہیرہ سے ملنا چاہتی ہوں، خیریت سے تو ہے؟

کمال: کیا تمہیں معلوم ہے؟

معلّا: مجھے سب خبر ہے۔ (کمال ندامت سے سر جھکا لیتا ہے) خیر بھائی جان خدا کا شکر ہے، آپ کو صحیح وسلامت تو پایا۔ (دروازہ کی طرف جا کر آواز دیتی ہے) شگوفہ خانم! شگوفہ باجی۔ (شگوفہ شرمندہ و محجوب حالت میں داخل ہوتی ہے سب پر ایک سکوت طاری ہوتا ہے)

منظر : ۶

اشخاص سابق ۔ شگوفہ

مُعلّا : (سانس لے کر) مجھ سے مت رُکو، باجی، میں جانتی ہوں، زندگی کیا چیز ہے۔ میں اُس رات اپنے کمرے سے نکل رہی تھی اور اندھیرے میں زینہ سے اُتر رہی تھی کہ مجھے بغیر اپنی خواہش یا کوشش کے آپ کا راز معلوم ہو گیا تھا میں غصہ نہ ہوئی لیکن اگر میں یہ کہوں کہ جو آپ دونوں سے مجھے تھوڑا سا استعجاب نہیں ہوا تو یہ غلط ہوگا لیکن جس وقت میں نے آپ کو سخت خطرے میں دیکھا جب آپ دونوں کو زندہ دیکھنے کی اُمید بھی مجھے نہیں رہی اُس وقت میں نے سب خیالات اپنے دل سے ہٹا دیئے۔ اور مجھے کیا معلوم کہ آپ یہاں تک کن حالات کے ماتحت پہونچیں (ایک غمگین خاموشی)

کمال : معلا تمہیں کس طرح خبر ہوئی اور تم یہاں کیسے پہونچیں ؟

مُعلا : ان دو دن کے اندر کیا کیا کچھ نہیں ہوا، کیا کیا واقعات نہیں ہو گئے۔ بہیرہ ہمارے ہاں چھپی ہوئی تھی دو دن تک ضیا کے ساتھ اُسے لیے اِدھر سے اُدھر دوڑے پھرتے تھے۔ جہاز پر سوار کرانے کے لیے جعلی پاسپورٹ بنانے میں

کیا کیا مصیبت نہیں اُٹھانی پڑی۔ آخر آج سویرے اُسے جہاز پر سوار کرا دیا تو اطمینان ہوا۔ اطمینان ہوا ہی تھا کہ یہ خبر ملی کہ بہیرہ بروسا میں منقش مالیہ کے گھر میں چھپی ہوئی ہے اور اسسٹنٹ کمانڈر اُسے گرفتار کرنے کے لیے ایک گھنٹہ ہوا جہاز پر سوار ہو گئے ہیں اُس وقت بھائی جان میں سارے واقعہ کو سمجھ گئی، بروسا کے متعلق اُس رات میرے کان میں ایک بات جو ناخواستہ پڑ گئی تھی اُس سے میں سمجھ گئی کہ تمہارے گھر میں جو خانم مہمان ہے وہ کون ہے۔ اب اس مصیبت کی پیش بندی کرنا، کوئی قطعی کام کرنا سخت ضروری تھا۔ پہلے میں نے یہ سوچا کہ فوراً کمانڈر کے پاس جاؤں اور اُن سے کہوں کہ بہیرہ کو میں نے بھگا دیا ہے اور اس طرح انھیں بروسا آنے سے روکوں۔ مگر اس میں اس کا احتمال تھا کہ بات طول کھینچ جائیگی۔ ممکن تھا میں گرفتار کر لی جاتی۔ شریف بک کو اتنی خبر ہوتے ہوتے نہ معلوم اور کیا واقعات رونما ہوتے۔ بس ایسی حالت میں سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ میں بھی شریف بک کے پیچھے پیچھے بروسا آؤں۔ بھائی جان آپ اندازہ نہیں کر سکتے ہیں کس پریشانی میں آئی ہوں۔

کمال: میری عالی حوصلہ اور جواں مرد بہن! مرحبا

معلّا : بس ہم ساحل تک بھاگا بھاگ پہونچے، ایک اسٹیم بوٹ کرایہ پر کی،
آہ! ضیا نے اس معاملہ میں میری ایسی مدد کی ہے کہ.....

کمال : کیا یہاں ضیا بھی ہے؟

معلّا : ہاں باہر انتظار کر رہا ہے۔ بھائی جان کاش آپ اُس منظر کو دیکھتے بالکل سنیما کی طرح ہم شریف بے کے جہاز کا پیچھا کر رہے تھے لیکن اُس تک نہیں پہونچ سکتے تھے۔ جب ہم مدانیہ پہونچے تو مدانیہ سے ٹرین بروسا کے لیے آدھ گھنٹہ پہلے روانہ ہو چکی تھی۔ بس میں تو پاگل ہو چلی تھی مگر خدا نے ایک موٹر کار دلوادی اور میں یہاں پہونچ گئی۔ مگر میں سوچتی ہوں کہ اگر چند منٹ اور نہ پہونچی ہوتی...

مریم : (دروازہ میں سے) معلّا خانم، آپ کو ایک فوجی افسر پوچھ رہے ہیں کہتے ہیں موٹر تیار ہے۔

معلّا : لو، شگوفہ باجی، نقاب ڈال لو، اندھیرا بھی ہو چلا ہے۔ ضیا تمہیں پہونچا دیگا سلامتی کے ساتھ انشاء اللہ آدا بازار پہونچ جاؤ گی۔ ہم نے ہر ایک انتظام کر لیا ہے

شگوفہ : (اپنا منہ ہاتھوں سے چھپائے) الٰہی کیسی رسوائی ہے، کیسی رسوائی! کوئی نہیں جسے خبر نہ ہو گئی ہو۔

معلّا : شگوفہ باجی، صرف میں اور ضیا۔ اور اس کے بعد ہم دونوں کو بھی ایک

ہی سمجھو۔ (شگوفہ جاتی ہے)

منظر: ۹

کمال، معلّا

کمال: ذرا ضیا سے مل لوں۔

معلّا: اس وقت کوئی ضروری نہیں۔

کمال: شگوفہ کو کہاں لے جائیگا؟

معلّا: ایک موٹر کرایہ پر کر لی گئی ہے۔ کمر لیکا تک لے جائیگا وہاں ایک با اطمینان اور سچے دوست کے گھر وہ رکھی جائے گی اور کل صبح انشاء اللہ آوا بازار کو روانہ ہو جائے گی۔

کمال: نہ معلوم راستہ میں کوئی خطرہ تو نہیں۔

معلّا: نہیں نہیں۔ ضیا پر پورا پورا بھروسہ ہے۔ مجھے اس کا تجربہ ہے۔ نہایت جری نہایت سچا آدمی ہے۔

کمال: اس بے چاری کا اس ہیجان کے بعد کیا حال ہوگا؟ اس کا دل ضعیف ہے

معلّا: اس کا دل اگر ضعیف ہوتا تو اس قدر سخت واقعات کیا وہ برداشت

کر سکتی تھی؟

(شگوفہ نقاب ڈالے دروازے میں نظر آتی ہے)

منظر: ۹

معلّا: (کھڑکی میں سے باہر نظر ڈال کے) خوب اندھیرا ہو گیا۔ اب کوئی خوف نہیں، میں بھی باہر تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ شریف بیگ کے لوٹنے میں تو ابھی بہت وقت ہے۔ (شگوفہ سسکیاں لیتی ہے اور آہستہ آہستہ دروازہ کی طرف جاتی ہے)

کمال: (تھوڑے سے تردد اور رکاوٹ کے ساتھ) کیا جاتی ہو؟ (شگوفہ ٹھٹک جاتی ہے مگر جواب نہیں دیتی ہے) یوں، بغیر رخصت کئے، بغیر ایک بات کہے (شگوفہ کا سر اور نیچا ہو جاتا ہے)

معلّا: میں گاڑی کے پاس جا کر انتظار کرتی ہوں۔ مگر آپ لوگ ذرا اپنی خدا حافظی جلدی ختم کیجیے گا۔

کمال: (اب اس کی آواز میں جھجک اور تردد نہیں ہے، ایک قطعی قرار کیا تھا) نہیں معلّا۔ تم ہمارے درمیان میں غیر نہیں ہو۔ یہ رخصت، یہ خدا حافظی اور اس کے بعد کے کلمات اس قدر معصوم ہیں کہ تمہارے معصوم کان بھی انھیں سن سکتے

ہیں۔ (کچھ ٹھہر کر، پھر اٹک اٹک کے) ہم نے اس خواب کو، اس بچپن کے پرانے
خواب کو حقیقت بنانا چاہا مگر اس کے معنی یہ تھے کہ وہ صاف و شفاف چشمہ،
جو ہمارے دلوں میں بچپن و شباب کی طراوت و شادابی سے پیدا ہوا تھا
خشک ہو جاتے، اس خواب کا حقیقت میں تبدیل ہونا اس خواب کی موت ہوتی
اور اس صاف یاسمین یعنی اس معصوم شگوفہ کا اخلاقی تنزل اتنا اندوہناک
ہوتا کہ... مگر نہیں خدا نے حسین چیزوں کی حفاظت کرنے کے لیے فطرت میں
ایک قوت پیدا کر دی ہے۔ مجھے یہ بات، اس وقت ثابت ہوئی، مجھ پر یہ راز اس
وقت منکشف ہوا، جب کہ اس پتھر کے ٹکڑے نے تیرے گلابی ہونٹوں کو خون میں
رنگ کے ایک ناجائز بوسے سے روکا... جس وقت تو اخلاقاً گرنے کو تھی فطرت
نے، اس نابینا بے احساس فطرت نے بغاوت کی، طوفان، آندھی، جھکڑ،
پیدا کیے مگر الحمدللہ وہ طوفان، وہ آندھی سب گزر گیا۔ وہ گل یاسمین تھوڑا
پژمردہ تو ضرور ہو گیا لیکن وہ پہلے ہی کی طرح صاف و بے داغ و معصوم
ہے۔ گناہ نے نہیں، گناہ کے محض خیال نے تجھے کیسے اضطراب میں مبتلا کیا،
تجھے کتنا رلایا، مگر جا، شگوفہ جا، اپنے پھول جیسی پاک روح کے ساتھ جس میں
خفیف سے خفیف داغ نہیں پڑا ہے، اپنے خاوند، اپنے بچوں کی آغوش میں جا، یہ صحیح

ہو کہ تیری زندگی کی شیرینی میں تھوڑی سی تلخی رہے گی مگر اپنی زندگی کو اپنی محبت اور اپنے خواب کی بلندی و پاکیزگی کے خیال سے تسلی دے کر ابتدا کی طرح معصومیت کے ساتھ انتہا کو پہونچا ۔ ۔ ۔ ۔ رہا میرے متعلق سوچنا یہ سب بے سود ہے، سب بے فائدہ ہے۔ (شگوفہ ان باتوں کو رد کر کے آنکھوں پر رومال رکھے ہوئے سنتی ہے۔ چہرہ آدھا کھلا آدھا ڈھکا ہوا ہے، کمال اک آخری التجا کے لیے اپنے ہاتھ بڑھا کر کہتا ہے) مگر شگوفہ قبل اس کے کہ میں اس خواب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دفن کر دوں مجھے اجازت دو کہ میں پہلی اور آخری دفعہ تمہاری آنکھوں کا بوسہ لوں۔ مجھ سے بچو مت۔ تمہاری پاکیزگی کو اس سے ٹھیس نہ لگے گی۔ یہ اس قدر معصوم بوسہ ہوگا گویا میں اپنی بہن کے سامنے اک بہن کا بوسہ لے رہا ہوں۔ (شگوفہ کے رومال کو ہٹا کر اس کی آنکھوں کا بوسہ لیتا ہے اور پھر نقاب گرا دیتا ہے، دونوں عورتیں تاریکی میں باہر غائب ہو جاتی ہیں۔ کمال کھڑکی میں سے انھیں دیکھتا ہے کہ دونوں آہستہ آہستہ شاخِ گل کو ہٹا کر باغیچہ میں سے جا رہی ہیں)۔

(پردہ گرتا ہے)

A[illegible] Masih

پُرانا خواب

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۲	کمال نعمت	کمال نعمت مفتشِ مالیہ
〃	۱۴	شریف مفتشِ مالیہ	معاون مرکز قوماندان (ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس)
۲۹	۴	توطلوع	نوطلوع
۳۵	۸	خوشی	خوش
۳۹	۸	بدبخت کہا	بدبخت کیا
۴۶	۳	بالٹی	ہزارہ
۴۷	۱	بادشاہ	پاشا
۴۹	۹	نکال دیجیے گا	نکال نہ دیجیے گا
۹۱	۳	شریف بیگ	ر شریف بیگ
〃	۱۰	جو مشکل تھی اس کی جو مشکل تھی	جو مشکل تھی
۹۴	۶	کہ جو آپ	کہ آپ

زھرا

یہ بھی ایک ترکی ناول کا ترجمہ ہے اور ترکوں کی معاشرت کا ایک اچھا نمونہ۔ قیمت ۸ر (طبع ثانی)

جلال الدین خوارزم شاہ

یہ ترکی زبان کے سب سے زیادہ مشہور ادیب نامق کمال بے کے ایک عدیم المثال تاریخی ڈرامے کا ترجمہ ہے۔ ڈرامے کا زمانہ وہ جہاں آشوب عہد ہے جب کہ چنگیز خاں ایک بلائے مبرم کی طرح دنیائے اسلام کو تباہ و برباد کر رہا تھا۔ ایک غیور و باحمیت بادشاہ جلال الدین اسلام کے لئے اس فتنۂ محشر کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوتا ہے۔ ڈرامے کا ہر صفحہ، ہر سطر، عشق اسلام، محبت وطن، الفت ملت کے جذبات عالیہ سے لبریز ہے۔ طرز بیان کے لئے اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ ترکی ادب کی سحر طرازی کا بہترین نمونہ ہے۔ کتاب چھپ کر تیار ہے۔

قیمت .. .. ۱۲ر عصہ

حکایات و احتساسات

یہ کتاب سید سجاد حیدر صاحب کے مختصر افسانوں اور مضامین کا دوسرا مجموعہ ہے یعنی اسے "خیالستان" حصہ دوم سمجھنا چاہیئے۔ تعداد صفحات ۲۳۶

قیمت .. .. ۴ر عصہ

تراجم ترکی

پرانا خواب

اور

دو اور افسانے

یہ تین ترکی افسانوں کا مجموعہ ہے یعنی (۱) **پرانا خواب** - ایک نہایت دلکش و دلدوز ڈراما - (۲) **آسیب الفت** - ایک مُردہ عورت کی روح کی زبانی اُس کی داستانِ عشق (۳) **مطلوب حسیناں** - ایک ترک نوجوان اور ایک فرانسیسی لیڈی کی رودادِ محبت

اس مجموعہ کی قیمت عہ/۸

یہ تینوں افسانے علحدہ علحدہ بھی شائع کیے گئے ہیں:

پرانا خواب	قیمت فی جلد	۱۰/
آسیب الفت	"	۱۲/
مطلوب حسیناں	"	۸/

ملنے کے پتے

شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ - لاہور

دارالاشاعت پنجاب - ۱۹۵ ریلوے روڈ - لاہور

مسلم یونیورسٹی بک ڈپو - علی گڑھ

[illegible]

[illegible]